موت کی یاد





شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہ

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ (الحديث)

موت کی یاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمّد زکریّا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اِدارۃ المعارف کراچی ۱۴

باہتمام : محمد مشتاق سُنّی
طبع جدید : صفر ۱۴۳۰ھ - فروری ۲۰۰۹ء
مطبع : شمس پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر : اِدارۃ المعارف کراچی ۱۴
فون : 5049733 - 5032020
ای میل : i_maarif@cyber.net.pk

ملنے کے پتے:
اِدارۃ المعارف کراچی ۱۴
فون: 5032020 -021, 5049733-021
مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴
دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
ادارۂ اسلامیات، انارکلی، لاہور
مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور
مکتبہ سیّد احمد شہید، لاہور
کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا اما بعد!

اس ناکارہ کا معمول تقریباً ۳۰ سال سے یہ ہے کہ عصر کے بعد کی مجلس میں اپنے اکابر کی سوانح یا اُن کے ملفوظات یا اُن کی عام فہم تالیف سنا کرتا ہے، جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس وقت مہمانوں کے علاوہ جن کا اوسط ۳۰، ۴۰ تو روزانہ رہتا ہے، ان کے علاوہ مقامی بھی ملنے کے واسطے آتے رہتے ہیں، جن کی وجہ سے میرا جی یہ چاہا کرتا ہے کہ ان اکابر کے جواہرات میں سے کچھ ان کے کانوں میں پڑجائے جو ان کے لئے دارین کے اعتبار سے مفید ہو، کہ وعظ و نصیحت تو اس ناکارہ کو آتا نہیں اور اِدھر اُدھر کی فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ میرے اکابر محض خوش اعتقادی نہیں بلکہ واقعہ ہے اور جو بھی نبی کریم ﷺ کی زندگی، حضور ﷺ کے معمولات و ارشادات کا واقف ہوگا اور چند روز ان اکابر کی مجالس میں شرکت کرچکا ہوگا وہ خود محسوس کرے گا کہ ان اکابر اعلی اللہ مراتبہم کو اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے اتباع سنت کا وافر حصہ عطا

فرمایا ہے کہ ان کے ارشادات بھی جواہر پارے ہوتے ہیں اور ان کا سکوت موجبِ ترقیاتِ باطنیہ، ان کے بارے میں جس شخص نے یہ کہا ہے:-

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
اِنہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی!
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی!
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی!
اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی!

بالکل صحیح کہا ہے، اور کسی نے کیا خوب کہا ہے:-

الٰہی کیسی کیسی صورتیں تو نے بنائی ہیں
ہر اِک ہی دست بوسی کیا قدم بوسی کے قابل ہے!

اس لئے ان کے حالات ایمانی ترقیات کا ذریعہ ہوتے ہیں، آج کل مدینہ پاک میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ جناب ڈاکٹر عبدالحی صاحب کراچوی نے اپنا ایک رسالہ بھیجا تھا، جس میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے ارشادات، معمولات، ملفوظات کو ڈاکٹر صاحب نے وقتاً فوقتاً اپنے خدام کے سامنے نقل کیا اور اُن کے مسترشد

مسعود احسن علوی مرحوم نے ان کو جمع کیا تھا، یہ تازہ تالیف و طباعت جب سے آئی تھی اس کے سننے سنانے کا سلسلہ چل رہا تھا، اسی دوران میں میرے مخلص دوست الحاج مولوی محمد بنوری ابن حضرت مولانا الحاج محمد یوسف بنوری صاحب زاد مجدہٗ نے ''بینات'' کے دو پرچے بابت ماہ ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ بھیجے، میں نے ان کو مختصر ہونے کی وجہ سے کہ ۲،۳ دن میں ہوجائیں گے سننا شروع کیا، اس ماہ ذیقعدہ کے پرچہ میں دو عربی قصیدے موت کی یاد اور اُس کی تصویر کشی میں بہت پسند آئے، میں نے اپنے کاتب سے کہا کہ ان قصیدوں کو تو آپ بیتی نمبر:۷ میں نقل کر دیجیو، اس پر میرے بعض احباب بالخصوص صوفی محمد اقبال ہوشیار پوری ثم المدنی اور دیگر احباب نے یہ کہا کہ ان قصیدوں کے ساتھ تیرا ایک مضمون جو فضائلِ صدقات حصہ دوم میں موت کے متعلق ہے وہ بھی آجائے اور اس کو بجائے آپ بیتی میں نقل کرنے کے آپ بیتی کا ضمیمہ بنا کر زیادہ مقدار میں شائع کرایا جائے تو زیادہ مفید ہے کہ آپ بیتی کا جز بھی ضمیمہ کے طور پر بن جائے گا اور علیحدہ بھی شائع ہو سکے گا، مجھے بھی یہ رائے پسند آئی اور اس لئے اس کو آج ۱۷؍محرم الحرام ۱۳۹۵ھ چہارشنبہ کو چاشت کے وقت مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیات کی کنکریوں پر بیٹھ کر بسم اللہ کرا رہا ہوں، اللہ تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے اِس سیہ کار کے لئے بھی موت کو کثرت سے یاد رکھنے کا ذریعہ بنائے کہ حضورِ اقدس ﷺ کا

پاک ارشاد: "اَکْثِرُوْا ذِکْرَھَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ." (دنیا کی لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو)، پر بھی کچھ عمل ہوجائے۔ اس لئے اولاً تو فضائلِ صدقات حصۂ دوم سے کہ اس میں احادیث اس سلسلہ کی ہیں ابتداء کرتا ہوں، اس کے بعد یہ دونوں قصیدے عربی مع ترجمہ کے جو اس رسالہ کے اصل محرک ہیں، نقل کرا کر اخیر میں اپنے مخلص بزرگ جناب الحاج خواجہ عزیزالحسن صاحب مجذوب مرحوم، جن کی شفقتیں اِس سیہ کار پر ان کی حیات میں بہت زیادہ رہیں، کی دو غزلیں ''درسِ عبرت'' اور ''مراقبۂ موت'' بھی نقل کرادوں گا کہ یہ مجموعہ موت کو کثرت سے یاد کرنے کا ذریعہ بنے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَاشِرَ عَشَرَةٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ: یَا نَبِیَّ اللّٰہِ! مَنْ اَکْیَسُ النَّاسِ وَاَحْزَمُ النَّاسِ؟ قَالَ: اَکْثَرُھُمْ ذِکْرًا لِّلْمَوْتِ وَاَکْثَرُھُمْ اسْتِعْدَادًا لِّلْمَوْتِ، اُولٰئِکَ الْاَکْیَاسُ ذَھَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْیَا وَکَرَامَةِ الْاٰخِرَةِ." (رواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی فی الصغیر باسناد حسن، ورواہ ابن ماجة مختصرًا باسناد جیّد، کذا فی الترغیب وذکر له الزبیدی طرقا عدیدة)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم دس آدمی جن میں ایک میں بھی تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ: سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ محتاط آدمی کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے ہوں اور موت کے لئے سب سے زیادہ تیاری کرنے والے ہوں، یہی لوگ ہیں جو دنیا کی شرافت اور آخرت کا اعزاز لے اُڑے۔"

ف:- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کو کثرت سے یاد کرنے اور یاد

رکھنے کے بارے میں مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں سے بعض روایات اس رسالہ(۱) میں قریب ہی ''اُمیدوں کے مختصر کرنے'' کی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہیں، ان میں حضور ﷺ کا حکم بھی مختلف روایات میں گزر چکا ہے کہ لذتوں کی توڑ دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ حضور ﷺ کے اس اہتمام ہی کی وجہ سے اس مضمون کو مستقل بھی ذکر کر رہا ہوں، اس لئے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھنا اُمیدوں کے مختصر ہونے کا بھی ذریعہ ہے، موت کی تیاری کا بھی سبب ہے، دنیا سے بے رغبتی پیدا ہونے کا بھی سبب ہے جو اصل مقصود ہے، مال کو جمع کرکے بے کار چھوڑ جانے سے بھی روکنے والا ہے، آخرت کے لئے ذخیرہ جمع کرلینے میں بھی معین ہے اور گناہوں سے توبہ کرتے رہنے پر بھی اُبھارنے والا ہے، دوسروں پر ظلم وستم اور دوسرے کے حقوق کو ضائع کرنے سے بھی روکنے والا ہے۔ غرض یہ عمل بہت سے فوائد اپنے اندر رکھتا ہے، اسی وجہ سے مشائخِ سلوک کا بھی معمول ہے کہ اپنے مریدین میں سے اکثروں کو جن کے مناسب حال ہو، اس کا مراقبہ خاص طور سے تلقین کرتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک جوان مجلس میں کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مؤمنین میں سب سے زیادہ سمجھدار کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: موت کا کثرت سے ذکر کرنے والا، اور اُس کے آنے سے پہلے

---

(۱) فضائلِ صدقات حصہ دوم۔

پہلے اُس کے لئے بہترین تیاری کرنے والا۔ (اتحاف)

ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ نے قرآن پاک کی آیت: ''فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ'' (سورۂ انعام:۱۲۵) تلاوت فرمائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: حق تعالیٰ شانہ جس کو ہدایت فرمانے کا ارادہ فرماتے ہیں، اسلام کے لئے اُس کے سینہ کو کھول دیتے ہیں (کہ اسلام کے متعلق اُس کو شرحِ صدر ہوجاتا ہے)۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ: (اسلام کا) نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ اُس کے لئے کھل جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی (کہ اسلام کا نور سینہ میں داخل ہوگیا) کوئی علامت ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: دھوکے کے گھر (دنیا) سے بُعد پیدا ہونا، ہمیشہ رہنے والے گھر (آخرت) کی طرف رجوع، اور موت آنے سے پہلے اُس کے لئے تیاری۔(۱) حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میں نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے اجازت مانگی تھی، مجھے اس کی زیارت کی اجازت مل گئی، تم لوگ قبرستان جایا کرو اس لئے کہ یہ چیز موت کو یاد دلاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اس سے عبرت ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ: قبرستان جانے سے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ: قبرستان جایا کرو اس سے تم

---

(۱) مشکوٰۃ۔

کو آخرت یاد آئے گی، اور مُردوں کو غسل دیا کرو کہ یہ (نیکیوں سے) خالی بدن کا علاج ہے، اور اس سے بہت بڑی نصیحت حاصل ہوتی ہے، اور جنازہ کی نماز میں شرکت کیا کرو شاید اس سے کچھ رنج وغم تم میں پیدا ہوجائے کہ غمگین آدمی (جس کو آخرت کا غم ہو) اللہ تعالیٰ کے سایہ میں رہتا ہے اور ہر خیر کا طالب رہتا ہے۔(۱) ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: بیماروں کی عیادت کیا کرو، اور جنازوں کے ساتھ جایا کرو کہ یہ آخرت کو یاد دلاتا ہے۔ ایک حکیم کسی جنازہ کے ساتھ جارہے تھے، راستہ میں لوگ اُس میّت پر افسوس اور رنج کر رہے تھے، وہ صاحب فرمانے لگے کہ: تم اپنے اُوپر رنج اور افسوس کرو تو زیادہ مفید ہے، یہ تو چلا گیا اور تین آفتوں سے نجات پاگیا، آئندہ ملک الموت کے دیکھنے کا خوف اس کو نہیں رہا، موت کی سختی جھیلنے کی اب اس کو نوبت نہیں آئے گی، برے خاتمہ کا خوف ختم ہوگیا (اپنی فکر کرو کہ یہ تینوں مرحلے تمہارے لئے باقی ہیں)۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ایک جنازہ کے ساتھ جارہے تھے، کسی راستہ چلنے والے نے پوچھا: یہ کس کا جنازہ ہے؟ فرمانے لگے کہ: یہ تیرا جنازہ ہے! اور اگر تجھے یہ بات گراں گزرے تو میرا جنازہ ہے! (مطلب یہ ہے کہ یہ وقت اپنی موت کے یاد کرنے کا ہے، اس وقت فضول بات کی طرف متوجہ ہونا بالکل نامناسب ہے)۔

---

(۱) ترغیب۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ: تعجب اور بہت زیادہ تعجب اُن لوگوں پر ہے جن کو (آخرت کے) سفر کے لئے توشہ تیار کر لینے کا حکم ملا ہوا ہے اور روانگی عنقریب ہونے کا اعلان ہو چکا ہے، پھر بھی یہ لوگ (دنیا کے) کھیل میں مشغول ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ جب یہ کسی جنازہ کو دیکھتے تو ان کا ایسا حال رنج وغم سے ہوتا جیسا کہ ابھی اپنی ماں کو دفن کر کے آئے ہوں۔ (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت اُن کے پاس آئی اور (کسی احسان کے بدلہ میں) کہنے لگی کہ: اللہ تعالیٰ شانہ تمہیں قبر کے عذاب سے بچائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے پوچھا: کیا قبروں میں بھی عذاب ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: بے شک قبروں میں بھی عذاب ہوتا ہے! اور اس کے بعد سے (لوگوں کی تعلیم کے لئے) ہمیشہ حضور ﷺ ہر نماز کے بعد قبر کے عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: مُردوں پر قبر میں ایسا سخت عذاب ہوتا ہے کہ اس کی آواز چوپائے تک سنتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ: مجھے یہ ڈر ہے کہ تم (خوف کی وجہ سے) مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے، ورنہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی دعا

---

(۱) تنبیہ الغافلین۔

کرتا کہ تمہیں قبر کے عذاب کی آواز سنا دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی، کسی نے پوچھا کہ: آپ اِتنا زیادہ جنت اور جہنم کے ذکر سے بھی نہیں روتے جتنا قبر کے تذکرہ سے روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ: میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے سہولت سے چھوٹ گیا اس کے لئے اس کے بعد کی منزلیں سب آسان ہیں، اور جو اس میں (عذاب میں) پھنس گیا اُس کے لئے اس کے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہیں۔ اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ: میں نے کوئی منظر ایسا نہیں دیکھا کہ قبر کا منظر اُس سے زیادہ سخت نہ ہو۔ ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا کہ قبر میں روزانہ صبح اور شام دو وقت میّت کو اُس کا وہ گھر دکھایا جاتا ہے جس میں وہ قیامت کے بعد جائے گا، اگر وہ جنت والوں میں ہے تو جنت کا مکان دکھایا جاتا ہے (جس سے اُس کو قبر ہی میں فرحت اور سرور حاصل رہتا ہے) اور اگر وہ جہنم والوں میں ہوتا ہے تو جہنم کا مکان دکھایا جاتا ہے (جس سے اُس کے رنج وغم، فکر وخوف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ایک مرتبہ ایک یہودی عورت میرے دروازہ پر آئی اور بھیک مانگنے لگی کہ مجھے کچھ کھانے کو دے دو، اللہ تعالیٰ تمہیں دجال کے فتنہ سے اور قبر کے عذاب سے بچائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے اُس عورت کو ٹھہرالیا، اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے، میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ: اس یہودی عورت نے یہ دو باتیں کہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: دجال کا فتنہ ایسا ہے کہ کوئی نبی پہلے انبیاء میں سے ایسے نہیں گزرے جنہوں نے اپنی امت کو اس کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو، لیکن میں اُس کے متعلق ایک بات کہتا ہوں جو اب تک کسی نبی نے نہیں کہی، وہ یہ ہے کہ وہ کانا ہے اور اُس کی پیشانی پر کافر کا لفظ لکھا ہوا ہوگا جس کو ہر مؤمن پڑھ لے گا، اور قبر کے فتنہ کی بات یہ ہے کہ جب کوئی نیک بندہ مرتا ہے تو فرشتے اُس کو قبر میں بٹھاتے ہیں، وہ ایسی حالت میں بیٹھتا ہے کہ نہ اُس کو کوئی گھبراہٹ ہوتی ہے، نہ اس پر کوئی غم مسلط ہوتا ہے، پھر اُس سے اوّل تو اسلام کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ: تو اسلام کے بارے میں کیا کہتا تھا؟ اس کے بعد پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ: تو اس شخص کے (یعنی حضورِ اقدس ﷺ کے) بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ: یہ محمد ﷺ ہیں، جو اللہ تعالیٰ شانہ کے پاس سے ہمارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے، ہم نے ان سب کو سچا مانا جو حضور ﷺ لے کر آئے تھے۔ اِس کے بعد اُس کو اوّل دوزخ کا ایک مقام دکھایا جاتا ہے جہاں وہ دیکھتا ہے کہ آدمی ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑے ہیں، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ: اس جگہ کو دیکھ! حق تعالیٰ شانہ نے تجھے اس آفت سے نجات عطا فرمادی۔ اِس کے بعد اُس کو جنت

کا ایک مقام دکھایا جاتا ہے جہاں وہ نہایت زیب و زینت دیکھتا ہے اور اُس کے لطف کے مناظر دیکھتا ہے، پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ: اِس میں یہ جگہ تیرے رہنے کی ہے (قیامت کے بعد تو یہاں لایا جائے گا) تو دنیا میں آخرت کا یقین کرنے والا تھا اور اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر قیامت میں تو قبر سے اُٹھایا جائے گا۔ اور جب کوئی برا آدمی مرتا ہے تو اُس کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے، وہ نہایت گھبراہٹ میں اور خوفزدہ ہوکر بیٹھتا ہے اور اُس سے بھی وہی سوال ہوتا ہے (جو پہلے گزرا)، وہ جواب دیتا ہے کہ: مجھے تو کچھ خبر نہیں، لوگوں کو میں نے جو کہتے سنا تھا وہ میں بھی کہہ دیتا تھا۔ اُس کے لئے اوّل جنت کا دروازہ کھول کر اُس کو وہاں کی زیب و زینت اور نعمتیں جو وہاں ہیں دکھائی جاتی ہیں، پھر اُس سے کہا جاتا ہے کہ: یہاں تیرا اصل مقام تھا، مگر تجھے یہاں سے ہٹادیا گیا۔ پھر اُس کو جہنم دکھائی جاتی ہے جہاں ایک پر دوسرا ٹوٹا پڑا ہے اور اُس سے کہا جاتا ہے کہ: اب تیرا ٹھکانا یہ ہے، تو دنیا میں شک ہی میں رہا، اُسی پر مرا، اُسی پر قیامت میں اُٹھایا جائے گا۔ (۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ کے پاس کو ایک جنازہ گزرا، حضور ﷺ نے اُس کو دیکھ کر فرمایا کہ: یہ شخص یا تو راحت پانے والا ہے یا اس سے راحت ہوگئی۔ اِس کے بعد ارشاد فرمایا کہ: مؤمن بندہ تو مرکر دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں سے راحت پالیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ شانہ کی

---

(۱) ترغیب۔

رحمت کے اندر چلا جاتا ہے (یہ تو راحت پانے والا ہوا)، اور فاجر آدمی جب مرتا ہے تو دوسرے آدمی اور آبادیاں اور درخت اور جانور سب کے سب اُس کی موت سے راحت پاتے ہیں۔(۱) اِس لئے کہ اُس کے گناہوں کی نحوست سے دنیا میں آفات نازل ہوتی ہیں، بارش بند ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے شہروں میں فساد ہوتا ہے اور درخت خشک ہونے لگتے ہیں، جانوروں کو چارہ ملنا مشکل ہوجاتا ہے، اِس وجہ سے اس کی موت سے سب کو راحت ملتی ہے کہ اس کی نحوست سے سب کو تکلیف پہنچ رہی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا کہ: دنیا میں ایسے رہو جیسا کوئی اجنبی بلکہ راستہ چلتا مسافر ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور جب شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر، اور اپنی صحت کے زمانہ میں مرض کے زمانہ کے لئے توشہ لے لے (کہ جو اعمال صحت میں کرتا ہوگا مرض میں ان کا ثواب ملتا رہے گا)، اور اپنی زندگی میں موت کے لئے توشہ لے لے۔(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک جنازہ کے ساتھ چلے، قبرستان میں پہنچ کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر کے پاس تشریف رکھی اور ارشاد فرمایا کہ: قبر پر کوئی

---

(۱) مشکوٰۃ۔ (۲) مشکوٰۃ۔

دن ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ نہایت فصیح اور صاف آواز کے ساتھ یہ اعلان نہیں کرتی کہ اے آدم کے بیٹے! تو مجھے بھول گیا، میں تنہائی کا گھر ہوں، اجنبیت کا گھر ہوں، میں وحشت کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں نہایت تنگی کا گھر ہوں، مگر اُس شخص کے لئے جس پر اللہ تعالیٰ شانہ مجھے وسیع بنادے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اُن کی تعریف کرنے لگے اور اُن کی کثرت سے عبادت کا حال بیان کرنے لگے، حضور ﷺ سکوت کے ساتھ سنتے رہے، جب وہ حضرات چپ ہوئے تو حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ: یہ موت کو کبھی یاد کیا کرتے تھے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس کا ذکر تو نہیں کرتے تھے! پھر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ: اپنے جی چاہنے کی چیزوں کو چھوڑ دیتے تھے؟ (کہ کسی چیز کے کھانے کو مثلاً جی چاہتا ہو اور نہ کھاتے ہوں)، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: ایسا تو نہیں ہوتا تھا! حضور ﷺ نے فرمایا کہ: یہ صحابی اُن درجوں کو نہ پہنچیں گے جن کو تم لوگ (جو اِن دونوں چیزوں کو کرتے ہوں) پہنچ جاؤ گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی مجلس میں ایک صحابیؓ کی عبادت اور مجاہدہ کی کثرت کا ذکر ہوا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ: وہ موت کو

کتنا یاد کرتے تھے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: اس کا تذکرہ تو ہم نے نہیں سنا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر وہ اس درجہ کے نہیں ہیں (جیسا تم سمجھ رہے ہو)۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کے دفن میں شریک ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جاکر ایک قبر کے قریب تشریف رکھی اور اتنا روئے کہ زمین تَر ہوگئی، اور ارشاد فرمایا کہ: بھائیو! اس چیز کے لئے (یعنی قبر میں جانے کے لئے) تیاری کرلو!(۱) حضرت شقیق بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: آدمی چار چیزوں میں زبان سے تو میری موافقت کرتے ہیں اور عمل سے مخالفت کرتے ہیں۔ ۱:-وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے بندے (اور غلام) ہیں اور کام آزاد لوگوں کے سے کرتے ہیں۔ ۲:-یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ شانہ ہماری روزی کا ذمہ دار ہے لیکن ان کے دلوں کو (اُس کی ذمہ داری پر) اُس وقت تک اطمینان نہیں ہوتا جب تک دنیا کی کوئی چیز اُن کے پاس نہ ہو۔ ۳:-یہ کہتے ہیں کہ آخرت دنیا سے افضل ہے، لیکن دنیا کے لئے مال جمع کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں (آخرت کا کچھ بھی فکر نہیں)۔ ۴:- کہتے ہیں کہ موت یقینی چیز ہے، آکر رہے گی، لیکن اعمال ایسے لوگوں کے سے کرتے ہیں جن کو کبھی مرنا ہی نہ ہو۔ ابو حامد لفاف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرے اُس کے اُوپر تین چیزوں کا

(۱) ترغیب۔

اکرام ہوتا ہے: توبہ جلدی نصیب ہوتی ہے، مال میں قناعت میسر ہوتی ہے اور عبادت میں نشاط اور دل بستگی پیدا ہوتی ہے۔ اور جو شخص موت سے غافل رہتا ہے اُس پر تین عذاب مسلط کئے جاتے ہیں: گناہ سے توبہ میں تاخیر ہوتی رہتی ہے، آمدنی پر راضی نہیں ہوتا (اس کو کم ہی سمجھتا رہتا ہے، چاہے کتنی ہی ہوجائے) اور عبادات میں سستی پیدا ہوتی ہے۔(۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: تمام تعریفیں صرف اُسی پاک ذات کے لئے ہیں جس نے بڑے بڑے ظالم اور جابر لوگوں کی گردنیں موت سے مروڑ دیں اور اُونچے اُونچے بادشاہوں کی کمریں موت سے توڑ دیں، اور بڑے بڑے خزانوں کے مالکوں کی اُمیدیں موت سے ختم کردیں، یہ سب لوگ ایسے تھے جو موت کے ذکر سے بھی نفرت کرتے تھے، لیکن اللہ کا جب وعدہ (موت کا وقت) آیا تو اُن کو گڑھے میں ڈال دیا اور اُونچے محلوں سے زمین کے نیچے پہنچادیا اور بجلی اور قمقموں کی روشنی میں نرم بستروں سے قبر کے اندھیرے میں پہنچادیا، غلاموں اور باندیوں سے کھیلنے کے بجائے زمین کے کیڑوں میں پھنس گئے، اور اچھے اچھے کھانے اور پینے میں لطف اُڑانے کے بجائے خاک میں لوٹنے لگے، اور دوستوں کی مجلسوں کے بجائے تنہائی کی وحشت میں گرفتار ہوگئے، پس کیا ان لوگوں نے کسی مضبوط قلعہ کے ذریعہ موت سے اپنی حفاظت کرلی یا اُس سے بچنے کے لئے کوئی دوسرا ذریعہ

(۱) تنبیہ الغافلین۔

اختیار کرلیا؟ پس وہ ذات پاک ہے جس کے قہر اور غلبہ میں کوئی دوسرا شریک نہیں اور ہمیشہ رہنے کے لئے صرف اُسی کی تنہا ذات ہے، کوئی اُس کا مثل نہیں، پس جب موت ہر شخص کو پیش آنے والی ہے اور مٹی میں جا کر ملنا ہے اور قبر کے کیڑوں کا ساتھی بننا ہے اور منکر نکیر سے سابقہ پڑنا ہے اور زمین کے نیچے مدتوں رہنا ہے اور وہی بہت طویل زمانہ تک ٹھکانا ہے اور پھر قیامت کا سخت منظر دیکھنا ہے اور اس کے بعد معلوم نہیں کہ جنت میں جانا ہے یا دوزخ ٹھکانا ہے؟ تو نہایت ضروری ہے کہ موت کا فکر ہر وقت آدمی پر مسلط رہے، اُسی کے ذکر تذکرہ کا مشغلہ رہے، اُسی کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہے، اُسی کا اہتمام ہر چیز پر غالب رہے اور اُس کی آمد کا ہر وقت انتظار رہے کہ اُس کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں، نہ معلوم کب آجائے؟ اسی لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے اور موت کے بعد کام آنے والی چیزوں میں مشغول رہے۔ اور کسی کام کے لئے تیاری اس کے بغیر نہیں ہوتی کہ ہر وقت اُس کا اہتمام رہے، اُس کا تذکرہ رہے، اس لئے کہ جو شخص دنیا میں منہمک ہے اور اُس کے دھوکے کی چیزوں میں پھنسا ہوا ہے، اُس کی شہوتوں پر فریفتہ ہے، اُس کا دل موت سے بالکل غافل ہوتا ہے اور اگر موت کا ذکر بھی کیا جائے تو اُس کی طبیعت کو اُس سے تکدر اور کراہیت ہوتی ہے، اسی کو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں:-

"قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ

مُلٰقِیۡکُمۡ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰی عَالِمِ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ." (جمعہ:۸)

"آپؐ ان سے کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو آ پکڑے گی پھر تم اُس پاک ذات کی طرف لیجائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والی ہے، پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام جتادے گی (اور ان کا بدلہ دے گی)۔"

علماء نے لکھا ہے کہ موت کے بارے میں آدمی چار طریقے کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ لوگ ہیں جو دنیا میں منہمک ہیں، جن کو موت کا ذکر بھی اِس وجہ سے اچھا نہیں لگتا کہ اُس سے دنیا کی لذتیں چھوٹ جائیں گی، ایسا شخص موت کو کبھی یاد نہیں کرتا اور اگر کبھی کرتا بھی ہے تو برائی کے ساتھ، اس لئے کہ دنیا کے چھوٹنے کا اُس کو قلق اور افسوس ہوتا ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تو ہے مگر ابتدائی حالت میں ہے، موت کے ذکر سے اُس کو اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہوتا ہے اور اس سے توبہ میں پختگی بھی ہوتی ہے، یہ شخص بھی موت سے ڈرتا ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ دنیا چھوٹ جائے گی بلکہ اس وجہ سے اس کی توبہ تام نہیں ہے، یہ بھی ابھی مرنا نہیں چاہتا تاکہ اپنے حال کی اصلاح کرلے اور اس کے فکر میں لگا ہوا ہے، تو یہ شخص موت کے ناپسند کرنے میں معذور ہے، اور یہ حضورِ اقدس ﷺ کے اس ارشاد

میں داخل نہ ہوگا جس میں حضور نے فرمایا کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ شانہ بھی اس کے ملنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ شخص حقیقت میں حق تعالیٰ شانہ کی ملاقات سے کراہت نہیں کرتا بلکہ اپنی تقصیر اور کوتاہی سے ڈرتا ہے، اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو محبوب کی ملاقات کے لئے اس سے پہلے کچھ تیاری کرنا چاہتا ہوتا کہ محبوب کا دل خوش ہو، البتہ یہ ضروری ہے کہ یہ شخص اس تیاری میں ہر وقت مشغول رہتا ہو اس کے سوا کوئی دوسرا مشغلہ اس کو نہ ہو، اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یہ بھی پہلے ہی جیسا ہے، یہ بھی دنیا میں منہمک ہی ہے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو عارف ہے، اس کی توبہ کامل ہے، یہ لوگ موت کو محبوب رکھتے ہیں، اسی کی تمنائیں کرتے ہیں، اس لئے کہ عاشق کے لئے محبوب کی ملاقات سے زیادہ بہتر وقت کون سا ہوگا، موت کا وقت ملاقات کا وقت ہے، عاشق کو وصل کے وعدہ کا وقت ہر وقت خود ہی یاد رہا کرتا ہے، وہ کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولتا، یہی لوگ ہیں جن کو موت کے جلدی آنے کی تمنائیں رہتی ہیں، وہ اسی قلق میں رہتے ہیں کہ موت آہی نہیں چکتی کہ اس معاصی کے گھر سے جلد خلاصی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب ہوا تو فرمانے لگے: محبوب (موت) احتیاج کے وقت آیا جو نادم ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا، یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ ہمیشہ مجھے فقر غنا سے زیادہ محبوب رہا، اور بیماری صحت سے زیادہ پسندیدہ رہی، اور موت زندگی

سے زیادہ مرغوب رہی، مجھے جلدی سے موت عطا کردے کہ تجھ سے ملوں۔

چوتھی قسم جو سب سے اُونچا درجہ ہے اُن لوگوں کا ہے جو حق تعالیٰ شانہ کی رضا کے مقابلہ میں تمنا بھی نہیں رکھتے، وہ اپنی خواہش سے اپنے لئے نہ موت کو پسند کرتے ہیں، نہ زندگی کو، یہ عشق کی انتہا میں رضا اور تسلیم کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ بہرحال موت کا ذکر ہر حالت میں موجبِ اجر وثواب ہے کہ جو شخص دنیا میں منہمک ہے اُس کو بھی موت کے ذکر سے اُس کی لذتوں میں کمی آئے گی اور کچھ نہ کچھ تو دنیا سے بُعد پیدا ہوگا ہی، اسی لئے حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ: لذتوں کی توڑنے والی چیز (موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ یعنی اُس کے ذکر سے اپنی لذتوں میں کمی کیا کرو تاکہ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع ہو سکے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اگر جانوروں کو موت کے متعلق اتنی معلومات ہوں جتنی تم لوگوں کو ہیں تو کبھی کوئی موٹا جانور تم کو کھانے کو نہ ملے (موت کے خوف سے سب دُبلے ہوجائیں)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ: کوئی شخص (بغیر شہادت کے بھی) شہیدوں کے ساتھ ہوسکتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرے وہ ہوسکتا ہے۔ (ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پچیس مرتبہ "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ وَفِيْ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ" پڑھے وہ شہیدوں کے درجہ میں ہوسکتا ہے)۔ اور ان سب فضیلتوں کا سبب یہی ہے

کہ موت کا کثرت سے ذکر کرنا اس دھوکے کے گھر سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کے لئے تیاری کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اور موت سے غفلت دنیا کی شہوتوں اور لذتوں میں انہماک پیدا کرتی ہے۔ عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ کا ایک مجلس پر گزر ہوا جہاں سے زور سے ہنسنے کی آواز آرہی تھی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اپنی مجالس میں لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کا تذکرہ شامل کرلیا کرو! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لذتوں کو مکدر کرنے والی چیز کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: موت!

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد آیا ہے کہ: موت کو کثرت سے یاد کیا کرو یہ گناہوں کو زائل کرتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے۔(۱) ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اگر تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ مرنے کے بعد تم پر کیا کیا گزرے گی تو کبھی رغبت سے کھانا نہ کھاؤ، کبھی لذت سے پانی نہ پیو۔

ایک صحابیؓ کو حضور ﷺ نے وصیت فرمائی کہ: موت کا ذکر کثرت سے کیا کرو یہ تمہیں دوسری چیزوں میں رغبت سے ہٹا دے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ: موت کو کثرت سے یاد کیا کرو، جو شخص موت کا کثرت سے ذکر کرتا ہے اُس کا دل زندہ ہو جاتا ہے اور موت اُس پر آسان ہو جاتی ہے۔

---

(۱) احیاء۔

ایک صحابیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے موت سے محبت نہیں ہے، کیا علاج کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: اُس کو آگے چلتا کردو، آدمی کا دل مال سے لگا رہتا ہے جب اُس کو آگے بھیج دیتا ہے تو خود بھی اُس کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے، اور جب پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو خود بھی اُس کے پاس رہنے کو دل چاہتا ہے۔(۱) ایک حدیث میں ہے کہ: جب دو تہائی رات گزر جاتی تو حضورِ اقدس ﷺ فرماتے: لوگو! اللہ کو یاد کرلو، اللہ کو یاد کرلو، عنقریب قیامت کا زلزلہ پھر صور پھونکنے کا وقت آرہا ہے، اور (ہر شخص کی) موت اپنی ساری سختیوں سمیت آرہی ہے۔(۲) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کے مجمع کو بلاتے جو موت کا اور قیامت کا اور آخرت کا ذکر کرتے اور ایسا روتے جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہو۔ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی ہر لذت کو منقطع کردیا، ایک موت نے، دوسرے قیامت میں حق تعالیٰ شانہ کے سامنے کھڑا ہونے کے فکر نے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص موت کو پہچان لے اُس پر دنیا کی ساری مصیبتیں آسان ہیں۔ اشعث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ہم حضرت حسن بصریؒ کے پاس جب بھی حاضر ہوتے جہنم کا اور آخرت کا ذکر ہوتا۔ ایک عورت نے

---

(۱) اتحاف۔ (۲) مشکوۃ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنے دل کی قساوت کی شکایت کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: موت کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو دل نرم ہوجائے گا، اُنہوں نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور اُن کا بہت شکریہ ادا کیا۔(۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: موت کا معاملہ نہایت خطرناک ہے اور لوگ اس سے بہت غافل ہیں، اوّل تو اپنے مشاغل کی وجہ سے اُس کا ذکر ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تب بھی چونکہ دل دوسری طرف مشغول ہوتا ہے اس لئے محض زبانی تذکرہ مفید نہیں ہے، بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ دل کو سب طرف سے بالکل فارغ کر کے اس کو اس طرح سوچے کہ گویا وہ سامنے ہی ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اور جانے والے احباب کا حال سوچے کہ کیونکر ان کو چارپائی پر لے جاکر مٹی کے نیچے داب دیا، اُن کی صورتوں کا، اُن کے اعلیٰ منصبوں کا خیال کرے اور یہ غور کرے کہ اب مٹی نے کس طرح اُن کی اچھی صورتوں کو پلٹ دیا ہوگا، ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ ہوگئے ہوں گے، کس طرح بچوں کو یتیم، بیوی کو بیوہ اور عزیز و اقارب کو روتا چھوڑ کر چل دیئے، اُن کے سامان، اُن کے مال، اُن کے کپڑے پڑے رہ گئے، یہی حشر ایک دن میرا بھی ہوگا، کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے،

---

(۱) احیاء۔

آج خاموش پڑے ہیں، کس طرح دنیا کی لذتوں میں مشغول تھے، آج مٹی میں ملے پڑے ہیں، کیسا موت کو بھلا رکھا تھا آج اُس کے شکار ہوگئے، کس طرح جوانی کے نشہ میں تھے آج کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہے، کیسے دنیا کے دھندوں میں ہر وقت مشغول رہتے تھے، آج ہاتھ الگ پڑا ہے، پاؤں الگ ہے، زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں، بدن میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے، کیسا کھِل کھِلا کر ہنستے تھے آج دانت گرے پڑے ہوں گے، کیسی کیسی تدبیریں سوچتے تھے، برسوں کے انتظام سوچتے تھے حالانکہ موت سر پر تھی، مرنے کا دن قریب تھا مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو میں نہیں ہوں گا، یہی حال میرا ہے، آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں کل کی خبر نہیں کیا ہوگا؟(۱)۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں!
سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں!

آسمانوں پر جو فرشتے مختلف کاموں پر متعین ہیں اُن کو سال بھر کے اَحکامات ایک رات میں مل جاتے ہیں کہ اس سال فلاں فلاں کام کرنے ہیں اور فلاں فلاں شخص کے متعلق یہ عملدرآمد ہوگا، اس میں روایات مختلف ہیں کہ یہ اَحکام لیلۃ القدر میں ملتے ہیں یا شبِ برأت میں، جونسی بھی رات ہو، کثرت سے روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ اس رات میں ان

(۱) احیاء۔

سب کی فہرست فرشتوں کے حوالہ کردی جاتی ہے جو اس سال میں مرنے والے ہیں۔ دنیا میں آدمی نہایت غفلت سے اپنے لہو ولعب میں مشغول ہوتا ہے اور آسمانوں پر اُس کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوگیا ہے، اُس کی موت کا حکم صادر ہوچکا ہے، جس میں نہ کسی سفارش کی گنجائش ہے نہ اس حکم کا اپیل ہے، نہ جو وقت اُس کی موت کا تجویز ہوا ہے اُس میں ایک منٹ کی تأخیر ہوسکتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سورۂ دخان کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے ان سب چیزوں کو نقل کیا جاتا ہے جو اس سال میں ہونے والی ہیں کہ اتنا اتنا رزق دیا جائے گا، فلاں فلاں مرے گا، فلاں فلاں پیدا ہوگا، اتنی بارش ہوگی، حتیٰ کہ یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ اس سال فلاں فلاں شخص حج کو جائے گا۔ ایک حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: تو آدمی کو دیکھے گا کہ وہ بازاروں میں چل پھر رہا ہے لیکن اُس کا نام اِس سال کے مُردوں میں لکھا جاچکا ہے۔ ابونضرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: اس رات میں سال بھر کے سارے کام (فرشتوں پر) منقسم کردیئے جاتے ہیں، تمام سال کی بھلائی برائی، روزی اور موت، تکلیفیں اور نرخوں کی اَرزانی اور گرانی تمام سال کی دے دی جاتی ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: شبِ برأت میں سال بھر کے اَحکام طے کرکے حوالہ کردیئے جاتے ہیں، اس سال کے مُردوں کی فہرست اور حج کرنے والوں کی فہرست دے دی جاتی ہے، نہ ان میں کمی ہوسکتی ہے

نہ زیادتی۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد وارد ہے کہ ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک جتنے مرنے والے ہیں اُن سب کے اوقات لکھ کر دے دیئے جاتے ہیں، حتیٰ کہ آدمی دنیا میں نکاح کرتا ہے، اُس کا بچہ پیدا ہوتا ہے، لیکن آسمانوں میں اُس کا نام مُردوں کی فہرست میں آچکا ہے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضور اقدس ﷺ شعبان میں بہت کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے، اس لئے کہ اس میں تمام سال میں مرنے والوں کی فہرست مرتب ہوتی ہے حتیٰ کہ ایک آدمی نکاح کرنے میں مشغول ہے اور وہاں اُس کا نام مُردوں میں لکھا گیا، ایک آدمی حج کو جارہا ہے اور اُس کا نام مُردوں میں ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے اس کی وجہ دریافت کی کہ حضور شعبان میں روزے بہت کثرت سے رکھتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ: اس میں سال بھر کے مُردوں کی فہرست بنتی ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ میرا نام جب مُردوں کی فہرست میں آئے تو میں روزہ دار ہوں۔

ایک حدیث میں ہے کہ: نصف شعبان کی رات کو حق تعالیٰ شانہ ملک الموت کو اُس سال میں مرنے والوں کی اطلاع فرمادیتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: روزانہ ہمیشہ جب آفتاب نکلتا ہے تو وہ اعلان کرتا ہے کہ جو نیک کام کرنا ہے کرلے، آج کا دن تیری عمر میں

پھر کبھی نہیں آئے گا (اس لئے اس دن میں تیری جو نیکیاں لکھی جاسکتی ہوں لکھوالے)، اور دو فرشتے آسمان سے اعلان کرتے ہیں، ایک ان میں سے کہتا ہے کہ: اے نیکی کے طلب کرنے والے! خوشخبری لے (اور آگے بڑھ)، اور دوسرا کہتا ہے کہ: اے برائی کے کرنے والے! بس کر اور رُک جا (اپنی ہلاکت کا سامان اکٹھا نہ کر)، اور دو فرشتے اعلان کرتے ہیں، جن میں سے ایک کہتا ہے: یا اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے، اور دوسرا کہتا ہے کہ: اے اللہ! مال کو روک کے رکھنے والے کے مال کو برباد کر۔ عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک فہرست دے دی جاتی ہے کہ اس میں جن کے نام ہیں ان سب کی اس سال میں رُوح قبض کر لی جائے، یہاں ایک آدمی فرش فروش میں لگا ہوا ہے، نکاح کرنے میں مشغول ہے، مکان کی تعمیر کرا رہا ہے اور وہاں مُردوں کی فہرست میں آگیا۔(۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: آدمی مسکین پر اگر کوئی آفت، کوئی مصیبت، کوئی حادثہ، کوئی رنج، کوئی تکلیف، کوئی مشقت، کوئی خوف کبھی بھی نہ آئے تب بھی موت کی سختی، نزع کی حالت اور اُس کا اندیشہ ایسی چیز ہے جو اُس کی ساری لذتوں کو مکدر کردینے کے لئے کافی ہے، اس کے سارے راحت و آرام کو کھودینے والی چیز ہے، اس کی غفلت

---

(۱) دُرِ منثور۔

کو زائل کر دینے کے لئے اسی کا فکر بہت کافی ہے، یہی چیز خود اتنی سخت ہے کہ اُس کے فکر اور اُس کی تیاری میں آدمی کو ہر وقت مشغول رہنا چاہئے، بالخصوص ایسی حالت میں کہ اُس کا وقت معلوم نہیں کہ کب آکر مسلط ہو جائے۔ ایک حکیم کا قول ہے کہ: رسّی دوسرے کے ہاتھ میں ہے، نہ معلوم کب کھینچ لے؟ حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد اپنے بیٹے سے ہے کہ: موت ایسی چیز ہے کہ جس کا حال معلوم نہیں کہ کب آپہنچے؟ اس کے لئے اس سے پہلے پہلے تیاری کرلے کہ وہ دفعتہً آجائے، اور واقعی بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر آدمی انتہائی لذتوں میں مشغول ہو، لہو ولعب کی اُونچی مجلس میں شریک ہو اور اُس کو یہ معلوم ہو جائے کہ ایک سپاہی اُس کی تلاش میں ہے جو (کسی جرم کی سزا میں) اس کے پانچ کوڑے مارے گا، تو ساری لذت، سارا عیش و آرام مکدر ہو جائے گا، (بلکہ اگر صرف اتنا ہی معلوم ہو جائے کہ اُس کے پاس اُس کی گرفتاری کا وارنٹ ہے، وہ آج کل میں اُس کو گرفتار کر لے گا تب بھی ساری لذتیں ختم ہو جائیں گی، رات کو نیند اُڑ جائے گی)، حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ ملک الموت ہر وقت اُس پر مسلط ہے اور موت کی سختیاں (جو ہزاروں کوڑوں سے بڑھ کر ہیں) اس پر مسلط کرنے والا ہے، پھر بھی ہر وقت اس سے غافل رہتا ہے، یہ جہالت اور غرور کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ موت کی سختی کا حال وہی جانتا ہے جس پر گزر چکی ہے، دوسرے کو اُس کی سختی کا حال معلوم نہیں ہوتا،

وہ صرف قیاس کرسکتا ہے یا مرنے والوں کی حالت دیکھ کر کچھ اندازہ لگاسکتا ہے، اور قیاس اس طرح پر ہوسکتا ہے کہ یہ تو ظاہر چیز ہے کہ بدن کے جس حصہ میں رُوح نہیں ہوتی اُس کو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی (بدن کی جو کھال مُردہ ہوجاتی ہے اُس کو کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی) لیکن جس عضو میں اور جس حصہ میں جان ہوتی ہے اُس میں سوئی چبھونے سے یا اُس کے کاٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ پس بدن کے جس عضو پر کوئی زخم ہوتا ہے یا اُس کو کاٹا جاتا ہے یا وہ جل جاتا ہے تو اُس سے تکلیف اِس وجہ سے پہنچتی ہے کہ رُوح کو اور زندگی کو اُس حصۂ بدن سے تعلق ہے، اُس تعلق کی وجہ سے اُس عضو کے ذریعہ سے رُوح پر اثر پہنچتا ہے، اور رُوح سارے بدن میں پھیلی ہوئی ہے تو ہر ہر عضو میں اُس کا بہت تھوڑا سا حصہ اثر کئے ہوئے ہے، اور جتنا حصہ اُس عضو میں ہے اُسی کے بقدر رُوح کو تکلیف پہنچتی ہے جو بہت تھوڑا سا حصہ ہے، لیکن جو تکلیف اعضاء کے بجائے براہِ راست ساری رُوح کو پہنچے جو موت کے وقت ہوتی ہے اُس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ کتنی ہوگی! اس لئے کہ موت براہِ راست ساری رُوح کو کھینچتی ہے جو بدن کے سارے اعضاء میں پھیلی ہوئی ہے، اس لئے بدن کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں اتنی ہی تکلیف نہ ہو جتنی کہ اُس کے کاٹنے میں ہوتی ہے، اس لئے کہ کسی عضو کے کاٹنے سے اس وجہ سے تکلیف ہوتی ہے کہ رُوح اُس سے جدا ہوتی ہے، اور اگر وہ مُردہ ہو اُس

میں رُوح نہ ہوتو اُس کے کاٹنے سے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی، پس جب رُوح کے ذرا سے حصہ کے جدا ہونے سے اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب ساری رُوح کو بدن کے تمام حصوں سے کھینچا جائے گا تو ظاہر ہے کہ کتنی تکلیف ہوگی! لیکن بدن کا اگر ایک حصہ کاٹا جاتا ہے تو رُوح کا بقیہ حصہ سارے بدن میں موجود ہوتا ہے، وہ اس وقت قوی ہوتا ہے اس لئے آدمی چلاّتا ہے، تڑپتا ہے، مگر جب ساری رُوح کھینچی جاتی ہے تو اس میں ضعف کی وجہ سے اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ کراہنے سے کچھ آرام پالے، البتہ اگر بدن قوی ہوتا ہے تو اُس کی بقدر سانس کے اُکھڑنے کے وقت اُس میں آواز پیدا ہوتی ہے جو سنائی دی جاتی ہے، قوت نہیں ہوتی تو یہ بھی پیدا نہیں ہوتی، اس کے نکلنے کے بعد ہر عضو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہوجاتا ہے، سب سے پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں اس لئے کہ رُوح پاؤں کی طرف سے سب سے پہلے کھنچتی ہے اور وہاں سے نکل کر منہ کے ذریعہ سے جاتی ہے، پھر پنڈلیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں، پھر رانیں، اسی طرح ہر ہر عضو ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے اور ہر ایک عضو کو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی اُس کے کاٹنے سے ہوتی ہے، یہاں تک کہ جب رُوح حلق تک پہنچتی ہے تو آنکھوں سے نور جاتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حضورِ اقدس ﷺ کی دعاؤں میں یہ بھی دعا ہے کہ: ''یا اللہ! مجھ پر موت کی اور نزع کی سختی آسان فرما'' لوگ بھی حضور ﷺ کے اتباع میں اس دعا کو مانگتے ہیں مگر اُس کی تکلیف سے ناواقف

ہونے کی وجہ سے سرسری طور پر مانگ لیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد اپنے حواریّین سے ہے کہ: میرے لئے حق تعالیٰ شانہ سے اس کی دعا کرو کہ نزع کی تکلیف مجھ پر آسان ہوجائے کہ موت کے ڈر نے مجھے موت کے قریب پہنچادیا۔ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے عابد لوگوں کی ایک جماعت ایک قبرستان میں پہنچی اور اُنہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ حق تعالیٰ شانہ سے اس کی دعا کی جائے کہ ان میں سے کوئی مُردہ ظاہر ہو جس سے ہم پوچھیں کہ کیا گزری؟ ان لوگوں نے دعا کی، ایک مُردہ اُن پر ظاہر ہوا جس کی پیشانی پر کثرت سے سجدہ کرنے کا نشان بھی پڑا ہوا تھا، وہ کہنے لگا کہ: تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ مجھے مرے ہوئے پچاس سال ہوگئے لیکن موت کے وقت کی تکلیف اب تک میرے بدن سے نہیں گئی۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: یا اللہ! تو رُوح کو پٹھوں سے، ہڈیوں سے اور اُنگلیوں میں سے نکالتا ہے، مجھ پر موت کی سختی آسان کردے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور ﷺ نے ایک مرتبہ موت کی سختی کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ: اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تین سو جگہ تلوار کی کاٹ سے ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جہاد پر جب ترغیب دیتے تو فرماتے کہ: اگر تم قتل نہ کئے گئے تو بستروں پر مروگے،

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ ہزار جگہ تلوار کی کاٹ سے مرنے کی تکلیف زیادہ سخت ہے۔ اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ مُردوں کو قیامت میں اُٹھنے تک موت کی تکلیف کا اثر محسوس ہوتا رہتا ہے۔ حضرت شداد بن اوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: موت دنیا اور آخرت کی سب تکلیفوں سے زیادہ سخت ہے، وہ آرا چلا دینے سے زیادہ سخت ہے، وہ قینچیوں سے کُتر دینے سے زیادہ سخت ہے، وہ دیگ میں پکا دینے سے زیادہ سخت ہے، اگر مُردے قبر سے اُٹھ کر مرنے کی تکلیف بتائیں تو کوئی شخص بھی دنیا میں لذت سے وقت نہیں گزار سکتا، میٹھی نیند اُس کو نہیں آسکتی۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب وصال ہوا تو حق تعالیٰ شانہ نے دریافت فرمایا کہ: موت کو کیسا پایا؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ: میں اپنی جان کو ایسا دیکھ رہا تھا جیسے زندہ چڑیا کو اس طرح آگ پر بھونا جا رہا ہو کہ نہ اُس کی جان نکلتی ہو نہ اُڑنے کی کوئی صورت ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ: ایسی حالت تھی جیسا کہ زندہ بکری کی کھال اُتاری جا رہی ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب حضورِ اقدس ﷺ کا وصال ہو رہا تھا تو پانی سے بھرا ہوا پیالہ حضور کے قریب رکھا ہوا تھا، حضورِ اقدس ﷺ بار بار اپنے مبارک ہاتھ کو پیالہ میں ڈالتے اور پھر منہ پر

ملتے تھے اور فرماتے تھے: یا اللہ! نزع کی سختی پر میری مدد فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ: موت کی کیفیت بیان کرو! اُنہوں نے عرض کیا کہ: امیر المؤمنین! جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کر دیا جائے، جس کے ساتھ بدن کا ہر جزو لپٹ جائے پھر ایک دم اُس کو کھینچ لیا جائے، اسی طرح جان کھینچی جاتی ہے۔

یہ سب تو نزع کی مختصر کیفیت تھی، ان سب کے علاوہ ملک الموت اور اُس کے مددگار فرشتوں کی صورتوں کا خوف ایک مستقل مرحلہ ہے، جس صورت پر وہ گناہگاروں کی جان نکالتے ہیں وہ ایسی ڈراؤنی صورت ہوتی ہے کہ قوی سے قوی آدمی بھی اُس کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ والصلوٰۃ والسلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ: تم جس صورت پر فاجر لوگوں کی جان نکالتے ہو وہ مجھے دکھاؤ! اُنہوں نے عرض کیا کہ: آپ اس کا تحمل نہ فرما سکیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ: نہیں میں تحمل کرلوں گا! حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ: اچھا! دوسری طرف منہ کر لیجئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منہ پھیر لیا، اس کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ: اب دیکھ لیجئے! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اُوپر دیکھا تو ایک نہایت کالا آدمی (دیو کی شکل) بال بہت بڑے بڑے کھڑے ہوئے، نہایت سخت بدبو، کالے کپڑے، اُس کے منہ سے، ناک سے آگ کی لپٹیں نکل رہی ہیں، حضرت ابراہیم علیٰ نبینا

وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ حالت دیکھ کر غش آ گیا، بڑی دیر میں افاقہ ہوا تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ: اگر فاجر شخص کے لئے کوئی دوسری آفت نہ ہو تب بھی یہ صورت ہی اُس کی آفت کے لئے کافی ہے!

یہ فاجروں کا حال ہے، لیکن اللہ کے مطیع بندوں کی رُوح نکالنے کے وقت وہ نہایت ہی بہترین صورت میں ہوتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ: اُنہوں نے ملک الموت سے فرمایا کہ: مجھے اس ہیئت کو بھی دکھاؤ! تو اُنہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت جوان، نہایت نفیس لباس پہنے ہوئے، خوشبوئیں مہکتی ہوئیں سامنے ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ: مؤمن کے لئے اگر مرتے وقت اس صورت کے علاوہ کوئی بھی فرحت کی چیز نہ ہو تو یہ بھی کافی ہے!

ایک حدیث میں ہے کہ: حق تعالیٰ شانہ جب کسی بندے سے خوش ہوتے ہیں تو ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ: فلاں بندے کی رُوح لے آؤ! میں اُس کو راحت پہنچاؤں، اُس کا امتحان ہو چکا ہے، میں جیسا چاہتا تھا وہ ویسا ہی کامیاب نکلا۔ ملک الموت اُس کے پاس آتے ہیں اور پانچ سو فرشتے اُن کے ساتھ ہوتے ہیں، ان میں سے ہر فرشتہ اُس شخص کو ایک ایسی خوشخبری اور بشارت دیتا ہے جو دوسروں نے نہ دی ہو، اُن کے پاس ریحان کی ٹہنیاں اور زعفران کی جڑیں ہوتی ہیں، وہ سب فرشتے دو

قطاروں میں لائن لگا کر کھڑے ہوجاتے ہیں، جب ابلیس یہ منظر دیکھتا ہے تو اپنا سر پکڑ کر رونا چلاّنا شروع کر دیتا ہے، اُس کے حشم و خدم دوڑے ہوئے آکر پوچھتے ہیں: آقا! کیا بات ہوگئی؟ وہ کہتا ہے کہ: کم بختو! دیکھتے نہیں ہو یہ کیا ہو رہا ہے؟ تم کہاں مر گئے تھے؟ وہ کہتے ہیں: ہمارے سردار! ہم نے تو بہت کوشش کی مگر یہ گناہوں سے محفوظ رہا۔

حضرت جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا، کسی نے پوچھا: کسی چیز کی رغبت ہے؟ فرمایا: حسنؒ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں! حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو لوگوں نے کہا کہ: حسن آگئے ہیں! تو حضرت جابرؒ فرمانے لگے: بھائی! یہ رخصت کا وقت ہے، اب جا رہے ہیں، یہ خبر نہیں کہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف؟(۱) حضرت تمیم داری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: حق تعالیٰ شانہ ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ: میرے فلاں ولی کے پاس جاؤ اور اُس کی روح لے آؤ! میں نے اُس کا خوشی میں اور غم میں دونوں میں امتحان لے لیا، وہ ایسا ہی نکلا جیسا کہ میں چاہتا تھا، اُس کو لے آؤ تاکہ دنیا کی مشقتوں سے اُس کو راحت مل جائے۔ ملک الموت پانچ سو فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اُس کے پاس آتے ہیں، اُن سب کے پاس جنت کے کفن ہوتے ہیں، اُن کے ہاتھوں میں ریحان کے گلدستے ہوتے ہیں، جن میں ہر ایک میں بیس رنگ ہوتے

(۱) احیاء۔

ہیں، اور ہر رنگ میں نئی خوشبو ہوتی ہے، اور ایک سفید ریشمی رومال میں مہکتا ہوا مشک ہوتا ہے، ملک الموت اُس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور فرشتے اُس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں، اور اُس کے ہر عضو پر اپنا ہاتھ رکھتے ہیں اور یہ مشک والا رومال اُس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہیں اور جنت کا دروازہ اُس کی نگاہ کے سامنے کھول دیتے ہیں، اُس کے دل کو جنت کی نئی نئی چیزوں سے بہلایا جاتا ہے، جیسا کہ بچے کے رونے کے وقت اُس کے گھر والے مختلف چیزوں سے اُس کا دل بہلاتے ہیں، کبھی اُس کی حوریں سامنے کردی جاتی ہیں، کبھی وہاں کے پھل، کبھی عمدہ عمدہ لباس، غرض مختلف چیزیں اُس کے سامنے کی جاتی ہیں، اُس کی حوریں (بیویاں) خوشی میں کودنے لگتی ہیں، ان سب منظروں کو دیکھ کر اُس کی رُوح بدن میں پھڑکنے لگتی ہے (جیسا کہ پنجرہ میں جانور نکلنے کو پھڑکتا ہے) اور ملک الموت اُس سے کہتا ہے: اے مبارک رُوح! چل ایسی بیریوں کی طرف جس میں کانٹا نہیں ہے اور ایسے کیلوں کی طرف جو تَو بتَو لگے ہوئے ہیں، اور ایسے سایہ کی طرف جو نہایت گہرا وسیع ہے اور پانی بہہ رہے ہیں (یہ چند منظروں کی طرف اشارہ ہے جو قرآن پاک میں سورۂ واقعہ کی اس آیتِ شریفہ میں ذکر کی گئی: "فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ. وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ. وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ." الآیۃ (واقعہ: ۲۸ تا ۳۰) اور ملک الموت ایسی نرمی سے بات کرتا ہے جیسا کہ ماں اپنے بچے سے کرتی ہے، اس وجہ سے کہ اُس کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ

رُوح حق تعالیٰ شانہ کے یہاں مقرّب ہے، وہ اس رُوح کے ساتھ لطف سے پیش آتا ہے تاکہ حق تعالیٰ شانہ اس فرشتہ سے خوش ہوں، وہ رُوح بدن میں سے ایسی طرح سہولت سے نکلتی ہے جیسا کہ آٹے میں سے بال نکل جاتا ہے، جب رُوح نکلتی ہے تو سب فرشتے اُس کو سلام کرتے ہیں اور جنت میں داخل ہونے کی بشارت دیتے ہیں، جس کو قرآن پاک نے: "اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ" (الآیۃ نحل:۳۲) میں ذکر فرمایا ہے، اور اگر وہ مقرّب بندوں میں ہوتا ہے تو سورۂ واقعہ میں اس کے متعلق ارشاد ہے: "فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ." (واقعہ:۸۹) پس جس وقت رُوح بدن سے جدا ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ: حق تعالیٰ شانہ تجھ کو جزائے خیر دے تو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں جلدی کرنے والا تھا، اُس کی نافرمانی میں سستی کرنے والا تھا، تجھے آج کا دن مبارک ہو، تو نے خود بھی عذاب سے نجات پائی اور مجھے بھی نجات دی۔ اور یہی مضمون بدن رُخصت ہونے کے وقت رُوح سے کہتا ہے۔ اُس کی جدائی پر زمین کے وہ حصے روتے ہیں جن پر وہ اکثر عبادت کیا کرتا تھا، آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جن سے اُس کے اعمال اُوپر جایا کرتے تھے، اور جن سے اُس کا رزق اُترا کرتا تھا، اس کے بعد وہ پانچ سو فرشتے میّت کے پاس جمع ہوجاتے ہیں اور جب نہلانے والے اُس کو کروٹ دیتے ہیں تو فرشتے فوراً اُس کو کروٹ دینے لگتے ہیں، اور جب وہ کفن پہناتے ہیں تو اس سے پہلے

وہ فوراً اپنا لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں، جب وہ خوشبو ملتے ہیں تو وہ فرشتے اُس سے پہلے اپنی لائی ہوئی خوشبو مل دیتے ہیں، اس کے بعد وہ اُس کے دروازہ سے قبر تک دونوں جانب قطار لگا کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور اس کے جنازہ کا دعا اور استغفار کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

یہ سارے منظر شیطان دیکھ کر اس قدر زور سے روتا ہے کہ اُس کی ہڈیاں ٹوٹنے لگتی ہیں اور اپنے لشکروں سے کہتا ہے: تمہارا ناس ہوجائے! یہ تم سے کس طرح چھوٹ گیا؟ وہ کہتے ہیں کہ: یہ معصوم تھا!

اس کے بعد جب حضرت ملک الموت اُس کی روح لے کر اُوپر جاتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ اُس کا استقبال کرتے ہیں، یہ فرشتے اُس کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بشارتیں دیتے ہیں، اس کے بعد جب ملک الموت علیہ السلام اُس کو عرش تک لے جاتے ہیں تو وہاں پہنچ کر وہ رُوح سجدہ میں گرجاتی ہے، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ: میرے بندے کی رُوح کو "سِدْرٍ مَخْضُوْدٍ. وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ." الآیۃ (واقعہ:۲۸،۲۹) میں پہنچادو! جب اُس کی نعش قبر میں رکھی جاتی ہے تو اُس کی نماز اُس کے دائیں طرف آکر کھڑی ہوجاتی ہے، روزہ بائیں طرف کھڑا ہوجاتا ہے، قرآن پاک کی تلاوت اور اللہ کا ذکر سر کی طرف کھڑا ہوجاتا ہے، اور جماعت کی نماز کو جو قدم چلے ہیں وہ پاؤں کی طرف کھڑے ہوجاتے ہیں اور (مصائب پر اور گناہوں سے) صبر، قبر کے

ایک جانب کھڑے ہوجاتے ہیں، اس کے بعد عذاب اُس قبر میں اپنی گردن نکالتا ہے اور مردہ تک پہنچنا چاہتا ہے لیکن وہ اگر دائیں جانب سے آتا ہے تو نماز اُس کو کہتی ہے کہ: پرے ہٹ! یہ شخص خدا کی قسم دنیا میں ہمیشہ مشقت اُٹھاتا رہا ابھی ذرا راحت سے سویا ہے۔ پھر وہ بائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ اُس کو اُسی طرح ہٹادیتا ہے، پھر وہ سر کی طرف سے آتا ہے تو تلاوت اور ذکر اُس کو روک دیتے ہیں کہ اِدھر کو تیرا راستہ نہیں ہے۔ غرض وہ جس جانب سے جانا چاہتا ہے اُس کو راستہ نہیں ملتا، اس لئے کہ اللہ کے ولی کو ہر جانب سے عبادتوں نے گھیر رکھا ہے، وہ عذاب عاجز ہوکر واپس چلا جاتا ہے، اس کے بعد صبر جو ایک کونہ میں کھڑا تھا ان عبادتوں سے کہتا ہے کہ: میں اس انتظار میں تھا کہ اگر کسی جانب (عبادت کی کسی قسم کی کمزوری سے) کچھ ضعف ہو تو میں اُس جانب مزاحمت کروں گا، مگر الحمدللہ! کہ تم نے مل کر اُس کو دفع کردیا، اب میں (اعمال تلنے کی) ترازو کے وقت اس کے کام آؤں گا۔

اس کے بعد دو فرشتے اُس مردہ کے پاس آتے ہیں، جن کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی ہیں اور آواز بادلوں کی زوردار گرج کی طرح ہوتی ہے، اُن کے دانتوں کی کچلیاں گائے کے سینگوں کی طرح ہوتی ہیں، اُن کے منہ سے سانس کے ساتھ آگ کی لپٹیں نکلتی ہیں، بال اتنے بڑے کہ پاؤں تک لٹکے ہوئے اُن کے ایک مونڈھے سے دوسرے مونڈھے

تک اتنا فاصلہ کہ کئی دن میں چل کر پورا ہو، مہربانی اور نرمی گویا اُن کے پاس کو بھی نہیں گزری (البتہ سختی کا معاملہ مؤمنوں کے ساتھ نہیں کرتے، لیکن ہیئت ہی کیا کم ہے!) ان کو ''منکر نکیر'' کہا جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک اتنا بڑا اور بھاری ہتوڑا کہ اگر ساری دنیا کے انسان اور جنات مل کر اُٹھائیں تو ان سے اُٹھ نہ سکے، وہ آکر مُردہ سے کہتے ہیں: بیٹھ جا! مُردہ ایک دم بیٹھ جاتا ہے اور کفن اُس کے سر سے نیچے سرین تک آجاتا ہے، وہ سوال کرتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تیرا مذہب کیا ہے؟ تیرے نبی کا کیا نام ہے؟ مُردہ کہتا ہے کہ: میرا رب اللہ جل شانہ ہے جو وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے (وہ تنِ تنہا مالک ہے کوئی اُس کا شریک نہیں)، میرا دین اسلام ہے، میرے نبی محمد ﷺ ہیں جو خاتم النبیین ہیں۔ وہ دونوں کہتے ہیں: تو نے صحیح کہا ہے! اس کے بعد وہ قبر کی دیواروں کو سب طرف سے ہٹادیتے ہیں جس سے وہ اوپر سے اور چاروں جانب دائیں بائیں سرہانے پائیتی سے بہت زیادہ وسیع ہوجاتی ہے، اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ: اُوپر سر اُٹھاؤ! مُردہ جب سر اُٹھاتا ہے تو اُس کو ایک دروازہ نظر آتا ہے جس میں سے جنت نظر آتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ: اے اللہ کے ولی! وہ جگہ تمہارے رہنے کی ہے، اِس وجہ سے کہ تم نے اللہ تعالیٰ شانہ کی اطاعت کی ہے۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: قسم ہے اُس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ اس کو اس وقت ایسی خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ

لوٹے گی۔ اس کے بعد وہ فرشتے کہتے ہیں کہ: اپنے پاؤں کی طرف دیکھو! وہ دیکھتا ہے تو جہنم کا ایک دروازہ نظر آتا ہے (جس سے اُس کی حالت نظر آتی ہے)، وہ فرشتے کہتے ہیں کہ: اے اللہ کے ولی! تو نے اس دروازہ سے نجات پالی۔ اس وقت بھی مُردہ کو اس قدر خوشی ہوتی ہے جو کبھی نہ لوٹے گی، اس کے بعد اُس قبر میں ستتّر دروازے جنت کی طرف کھل جاتے ہیں، جن میں سے وہاں کی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں، اور قیامت تک یہی منظر رہے گا۔ (اس کے بعد دوسرے کی حالت سنو کہ) حق تعالیٰ شانہ ملک الموت سے فرماتے ہیں کہ: میرے دشمن کے پاس جاؤ! اور اُس کی جان نکال لاؤ، میں نے اُس پر ہر قسم کی فراخی رکھی، اپنی نعمتیں (دنیا میں چاروں طرف سے) اُس پر لاددیں مگر وہ میری نافرمانی سے باز نہیں آیا، لاؤ آج اُس کو سزا دوں! ملک الموت نہایت تکلیف دہ صورت میں اُس کے پاس آتے ہیں، اس صورت سے کہ بارہ آنکھیں ان میں ہوتی ہیں، ان کے پاس ایک گرز (لوہے کا موٹا سا ڈنڈا) جہنم کی آگ کا بنا ہوا ہوتا ہے، جس میں کانٹے ہوتے ہیں، اُن کے ساتھ پانچ سو فرشتے جن کے ساتھ تانبہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اور ہاتھوں میں جہنم کی آگ کے بڑے بڑے انگارے اور آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جو دہکتے ہوئے ہوتے ہیں، ملک الموت آتے ہی وہ گرز اُس پر مارتے ہیں جس کے کانٹے اُس کے ہر رگ وپے میں گھس جاتے ہیں، پھر وہ اُس کو کھینچتے ہیں اور باقی

فرشتے اُن کوڑوں سے اُس کے منہ اور سرین کو مارنا شروع کردیتے ہیں، جس سے وہ مُردہ غش کھانے لگتا ہے، وہ اُس کی رُوح کو پاؤں کی اُنگلیوں سے نکال کر ایڑی میں روک دیتے ہیں اور پٹائی کرتے رہتے ہیں، پھر ایڑی سے نکال کر گھٹنوں میں روک دیتے ہیں، پھر وہاں سے نکال کر (اور جگہ جگہ اس لئے روکتے ہیں تاکہ دیر تک تکلیف پہنچائی جائے) پیٹ میں روک دیتے ہیں، اور وہاں سے کھینچ کر سینے میں روک دیتے ہیں، پھر فرشتے اُس تانبہ کو اور جہنم کے انگاروں کو اُس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور ملک الموت علیہ السلام کہتے ہیں کہ: اے ملعون رُوح! نکل اور اُس جہنم کی طرف چل جس کی صفت (قرآن پاک سورۂ واقعہ ع ۲ میں) "فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ." (الآیۃ، واقعہ:۴۲) ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: وہ لوگ آگ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا، نہ فرحت بخش ہوگا (بلکہ نہایت تکلیف دینے والا ہوگا)۔ پھر جب اُس کی رُوح بدن سے رُخصت ہوتی ہے تو وہ بدن سے کہتی ہے کہ: حق تعالیٰ شانہ تجھے برا بدلہ دے! تو مجھے اللہ کی نافرمانی میں جلدی سے لے جاتا تھا، اور اُس کی اطاعت میں سستی کرتا تھا، تو خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی ہلاک کیا۔ اور یہی مضمون بدن رُوح سے کہتا ہے۔ اور زمین کے وہ حصے جن پر وہ اللہ کے گناہ کیا کرتا تھا اُس پر لعنت کرتے ہیں اور شیطان کے لشکر دوڑے ہوئے اپنے سردار ابلیس کے پاس جاکر خوشخبری سناتے ہیں کہ:

ایک آدمی کو جہنم تک پہنچا دیا! پھر جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو زمین اُس پر اتنی تنگ ہوجاتی ہے کہ اُس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں، پھر اُس پر کالے سانپ مسلط ہوجاتے ہیں جو اُس کی ناک اور پاؤں کے انگوٹھے سے کاٹنا شروع کرتے ہیں، یہاں تک کہ درمیان میں دونوں جانب کے سانپ آکر مل جاتے ہیں، پھر اُس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر جن کی ہیئت ابھی گزر چکی ہے) آتے ہیں اور اُس سے پوچھتے ہیں کہ: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرے نبی کون ہیں؟ وہ ہر سوال کے جواب میں لاعلمی ظاہر کرتا ہے اور اُس کے جواب پر اُس کو گرز سے اس قدر زور سے مارتے ہیں کہ اُس گرز کی چنگاریاں قبر میں پھیل جاتی ہیں، اس کے بعد اُس کو کہتے ہیں کہ: اُوپر دیکھ! وہ اُوپر کی جانب جنت کا دروازہ کھلا ہوا دیکھتا ہے (اُس کی باغ و بہار وہاں سے نظر آتی ہے) وہ فرشتے اُس سے کہتے ہیں کہ: اللہ کے دشمن! اگر تو اللہ تعالیٰ شانہ کی اطاعت کرتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا۔ حضورِ اقدس ﷺ فرماتے ہیں: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ اس کو اس وقت ایسی حسرت ہوتی ہے کہ ایسی حسرت کبھی نہ ہوگی۔ پھر دوزخ کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور وہ فرشتے کہتے ہیں کہ: اللہ کے دشمن! اب تیرا یہ ٹھکانا ہے اس لئے کہ تو نے حق تعالیٰ شانہ کی نافرمانی کی۔ اس کے بعد ستتّر دروازے جہنم کے اُس کی قبر میں کھول دیئے جاتے ہیں، جن میں سے قیامت تک گرم ہوائیں اور دھواں وغیرہ آتا

رہتا ہے۔ محدثین رحمہم اللہ اس حدیث پر سند کے اعتبار سے کچھ کلام کرتے ہیں، لیکن اس کے مضامین کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے۔(۱) بالخصوص حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایتیں جو مشکوٰۃ شریف کی کتاب الجنائز میں اور باب اثباتِ عذابِ قبر میں ہیں، اگر کوئی ان کا ترجمہ دیکھنا چاہے تو مظاہرِ حق میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ منظر بہت زیادہ نگاہ میں رکھنے کے قابل ہے کہ بہت سخت منظر ہے! بہت کثرت سے احادیث میں اس کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں، اختصار کی وجہ سے ایک ہی حدیث کا ترجمہ لکھا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: گنہگاروں کے لئے اہلِ قبور سے ہلاکت ہے کہ اُن کے اُوپر کالے سانپ مسلط کردیئے جاتے ہیں، ایک پاؤں کی جانب سے، دوسرا سر کی جانب سے اور وہ کاٹتے ہوئے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ درمیان میں آکر دونوں مل جاتے ہیں، یہی وہ برزخ کا عذاب ہے جس کو قرآن پاک میں: "وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ." (مؤمنون:۱۰۰) سے تعبیر فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبر کا ذکر کرتے تو اتنا روتے کہ داڑھی مبارک تر ہوجاتی، جیسا کہ اُوپر گزر چکا ہے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں بہت کثرت سے عذابِ قبر سے پناہ مانگی گئی

---

(۱) اتحاف۔

تاکہ لوگ کثرت سے اس کی دعا مانگیں، ورنہ حضور ﷺ خود تو معصوم ہیں، اور اسی بناء پر حضور ﷺ کا وہ ارشاد ہے جو پہلے گزرا کہ تم خوف کی وجہ سے مُردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے، ورنہ میں اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کرتا کہ تمہیں عذابِ قبر سنادے۔ اور یہ جو کچھ ہے مقتضائے عدل ہے، اس لئے کہ آدمی اِس عالم میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بھیجا گیا تھا، اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنے تمام جانی اور مالی احسانات کے ساتھ قرآنِ پاک میں یہ بات جتا بھی دی تھی کہ تمہیں اس عالم میں صرف عبادت کے لئے بھیجا جاتا ہے: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" (الذاریات:۵٦)۔ اور اس پر بھی متنبہ کردیا تھا کہ زندگی صرف امتحان کے لئے دی گئی ہے کہ ہمارے ان احسانات میں کیا کارگزاری ہے اور موت اُس امتحان کا نتیجہ سنانے کے لئے ہے:-

"تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ. اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا....." (الملک:۱،۲)

"وہ (خدا عز وجل) بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے۔"

اور جبکہ یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے اور جن و انس کی پیدائش کی حکمت صرف عبادت ہے، اور دنیا کی جتنی لذتیں، راحتیں اور سامان دیئے گئے ہیں وہ صرف اس لئے دیئے گئے ہیں کہ اپنی ضرورت کے بقدر ان سے نفع اُٹھائیں اور کم سے کم ضرورت پوری کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ اپنے ہی نفع کے لئے اپنے ہی کام آنے کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ کے خزانہ میں جمع کر دیں۔ پھر کتنی غفلت اور حسرت اور خسارہ کی بات ہے کہ ہم ان میں لگ کر حق تعالیٰ شانہ کے اَحکامات کو بھی بھول جائیں اور اس سے بھی آنکھ بند کرلیں کہ ہم کیوں آئے تھے؟ اور یہ سب ہمیں کیوں دیا گیا تھا؟ ہم کس چیز میں لگ گئے؟ اور اصل حسرت اُس وقت ہوتی ہے جب یہ ہزاروں کی مقدار بڑی محنت اور جانفشانی سے کمائی ہوئی، اپنے اوپر خرچ کی تنگی کرکے جمع کی ہوئی دوسروں کے لئے چھوڑ کر خود خالی ہاتھ دفعتہً اس عالم سے چلا جانا پڑے، اگر ہم میں کچھ بھی عقل کا حصہ ہے تو تھوڑی دیر بالکل تنہا مکان میں بیٹھ کر یہ منظر سوچنے اور غور کرنے کا ہے کہ اگر اسی وقت ملک الموت آجائیں تو میرا کیا بنے؟ اور اس سارے ساز و سامان کا کیا بنے جو برسوں کی محنت ہے، برسوں کی کمائی ہے، برسوں کا جوڑا ہوا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ایک بادشاہ تھا جس کا ارادہ اپنی مملکت کی زمین کی سیر کا اور حال دیکھنے کا ہوا، اس کے لئے شاہانہ جوڑا منگایا، ایک جوڑا لایا گیا، وہ پسند نہ آیا، دوسرا

منگایا گیا، غرض بار بار ردّ کے بعد نہایت پسندیدہ جوڑا پہن کر سواری منگائی گئی، ایک عمدہ گھوڑا لایا گیا، وہ پسند نہ آیا، اُس کو واپس کر کے دوسرا تیسرا منگایا، جب وہ بھی پسند نہ آیا تو سب گھوڑے سامنے لائے گئے، ان میں سے بہترین گھوڑا پسند کر کے سوار ہوا، شیطان مردود نے اُس وقت اور بھی نخوت ناک میں پھونک دی، نہایت تکبر سے سوار ہوا، حشم، خدم، فوج، پیادہ ساتھ چلے مگر بڑائی اور تکبر سے بادشاہ ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا، راستہ میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت خستہ حال پُرانے کپڑوں میں ملا، اُس نے سلام کیا، بادشاہ نے التفات بھی نہ کیا، اُس خستہ حال نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی، بادشاہ نے اُس کو ڈانٹا کہ لگام چھوڑ اتنی بڑی جرأت کرتا ہے! اُس نے کہا کہ: مجھے تجھ سے ایک کام ہے! بادشاہ نے کہا: اچھا صبر کر! جب میں سواری سے اُتروں گا اُس وقت کہہ لینا۔ اُس نے کہا: نہیں! ابھی کہنا ہے اور یہ کہہ کر زبردستی لگام چھین لی۔ بادشاہ نے کہا: کہہ! اُس نے کہا: بہت راز کی بات ہے، کان میں کہنی ہے۔ بادشاہ نے کان اُس کے قریب کر دیا، اُس نے کہا: میں ملک الموت ہوں، تیری جان لینا ہے! یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ فق ہو گیا اور زبان لڑکھڑا گئی، پھر کہنے لگا کہ: اچھا مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں گھر جا کر کچھ اپنے سامان کا نظم کر دوں، گھر والوں سے مل لوں۔ فرشتہ نے کہا کہ: بالکل مہلت نہیں ہے! اب تو اپنے گھر کو اور سامان کو کبھی نہیں دیکھ سکے

گا۔ یہ کہہ کر اُس کی رُوح قبض کرلی وہ گھوڑے پر سے لکڑی کی طرح نیچے گر گیا۔ اس کے بعد وہ فرشتہ ملک الموت ایک نیک مسلمان کے پاس گیا کہ وہ (نیک بندہ) بھی کہیں سفر میں جارہا تھا، اُس کو جا کر سلام کیا، اُس نے وعلیکم السلام کہا، اُس نے کہا: مجھے تیرے کان میں ایک بات کہنی ہے! اُس نے کہا: کہو! اُس نے کان میں کہا کہ: میں ملک الموت ہوں! اُس نے کہا: بہت اچھا کیا آئے! بڑا مبارک ہے ایسے شخص کا آنا جس کا فراق بہت طویل ہوگیا تھا، مجھ سے تو جتنے آدمی دور ہیں ان میں سے کسی سے بھی ملاقات کا اتنا اشتیاق نہ تھا جتنا تمہاری ملاقات کا تھا، فرشتہ نے کہا: تم جس کام کے لئے گھر سے نکلے ہو اُس کو جلدی پورا کرلو! اُس نے کہا: مجھے حق تعالیٰ شانہ سے ملنے سے زیادہ محبوب کوئی بھی کام نہیں ہے! فرشتہ نے کہا کہ: تم جس حالت پر مرنا اپنے لئے پسند کرتے ہو میں اُسی حالت میں جان قبض کروں گا! اُس شخص نے کہا: تمہیں اس کا اختیار ہے! فرشتہ نے کہا: مجھے یہی حکم دیا گیا (کہ تمہاری خواہش کا اتباع کروں)، اُس شخص نے کہا کہ: اچھا! تو مجھے وضو کر کے نماز پڑھنے دو اور جب میں سجدہ میں جاؤں تو میری رُوح قبض کرلینا! چنانچہ اُس نے نماز شروع کی اور سجدہ میں اُس کی رُوح قبض کی گئی۔(۱)

حق تعالیٰ شانہ کے بے نہایت احسانات میں سے یہ بھی ہے کہ اس

---

(۱) احیاء۔

ناکارہ کی سب سے بڑی لڑکی عزیز محترم مولوی محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ(۱) جو عرصہ سے بیمار تھی اور اشارہ سے نماز پڑھتی تھی، اِسی سال ۲۹؍شوال ۱۳۶۶ھ شبِ دوشنبہ میں جبکہ وہ مغرب کی نماز میں اشارہ کرکے سجدہ میں گئی تو وہیں رُوح کو اُس کے پیدا کرنے والے کے سپرد کردیا، اور اسی حالتِ سجود میں دنیا کو رخصت کردیا، حق تعالیٰ شانہ کے کس کس احسان کا شکر ادا ہوسکتا ہے! ابوبکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: بنی اسرائیل کے ایک شخص نے بہت زیادہ مال جمع کیا تھا، جب مرنے کے قریب ہوگیا تو اپنے بیٹوں سے کہا کہ: میرا سارا مال میرے سامنے تو کردو! وہ سب جلدی جلدی جمع کیا گیا، بہت سے گھوڑے، اُونٹ، غلام وغیرہ سب چیزیں سامنے لائی گئیں، وہ اُن کو دیکھ کر (حسرت سے) رورہا تھا کہ یہ سب چھوٹ رہا ہے، اتنے میں ملک الموت سامنے آگئے اور کہنے لگے: رونے سے کیا فائدہ ہے؟ اُس ذات کی قسم جس نے یہ سب نعمتیں تجھ کو عطا کیں! اب تیری جان لے کر جاؤں گا۔ اُس نے درخواست کی کہ تھوڑی سی مہلت اگر دے دی جائے تو میں ان چیزوں کو تقسیم کردوں! فرشتہ نے کہا: اب مہلت کا وقت افسوس ہے کہ جاتا رہا، کاش! اس وقت سے پہلے تو تقسیم کردیتا۔ یہ کہہ کر اُس کی جان نکال لی۔

ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ: ایک شخص نے بہت سا مال جمع کیا تھا

---

(۱) تاریخِ وفات ۲۹؍ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲؍اپریل ۱۹۶۵ء یوم جمعہ مقام لاہور۔

اور کوئی چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جو اپنے یہاں نہ منگالی ہو، اور ایک بہت بڑا عالی شان محل تیار کیا جس کے دو دروازے تھے، اُن پر غلام محافظ مقرر کیے اور مکان کی تیاری کی بہت بڑی دعوت کی، جس میں اپنے سب عزیز و احباب کو جمع کیا اور ایک بڑے عالی شان تخت پر ایک ٹانگ کھڑی کر کے دوسری ٹانگ اُس پر رکھے بیٹھا تھا، لوگ کھانا کھا رہے تھے اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ ہر قسم کا ذخیرہ اتنا جمع ہوگیا ہے کہ کئی سال تک تو اب خریدنا نہ پڑے گا، یہ خیال دل میں گزر ہی رہا تھا کہ ایک فقیر پھٹے کپڑے، گردن میں (فقیروں جیسا) جھولا پڑا ہوا، دروازہ پر آیا اور اس زور سے کواڑوں کو پیٹنا شروع کیا کہ اُس کے تخت تک آواز پہنچی، غلام دوڑے ہوئے باہر آئے کہ یہ کون نامعقول ہے؟ اُس سے جا کر پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ اُس فقیر نے کہا: اپنے سردار کو میرے پاس بھیج دو! غلاموں نے کہا کہ: ہمارے آقا تجھ جیسے فقیر کے پاس آئیں گے؟ اُس نے کہا: ضرور آئیں گے! اُس سے جا کر کہہ دو۔ وہ آقا کے پاس گئے اور اُسے قصہ سنایا، اُس نے کہا: تم نے اس کو اس کہنے کا مزہ نہ چکھایا؟ اِتنے میں اُس فقیر نے دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے کواڑوں کو پیٹا جس پر دربارن دوڑے ہوئے پھر دروازہ پر آئے تو اُس فقیر نے کہا کہ: اُس اپنے آقا سے کہہ دو کہ میں ملک الموت ہوں! یہ سن کر اُن کے ہوش اُڑ گئے اور آقا سے جا کر کہا، اُس پر بھی مٹی چھٹ گئی اور بہت عاجزی سے کہنا لگا کہ: اُس سے یہ

کہہ دو کہ میرے فدیہ میں کسی دوسرے کو قبول کر لے! اتنے میں یہ فقیر اندر پہنچ گیا اور اُس سے کہا کہ: تجھے جو کچھ کرنا ہے کر لے میں تیری رُوح قبض کئے بغیر واپس نہیں جاسکتا! اُس نے اپنا سب مال جمع کرایا اور مال سے کہنے لگا کہ: اللہ کی تجھ پر لعنت ہو! کہ تو نے اور تیری مشغولی نے مجھے اپنے مولیٰ کی عبادت سے روک دیا، اور اتنا وقت نہ دیا کہ میں کسی وقت یکسوئی سے اللہ تعالیٰ شانہ کو یاد کر لیتا، حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت سے مال کو گویائی عطا کی، اُس نے کہا: مجھے لعنت کیوں کرتا ہے؟ میری ہی وجہ سے تو بڑے بڑے بادشاہوں تک ایسے وقت پہنچ جاتا تھا جبکہ نیک لوگ اُن کے دروازوں سے ہٹادیئے جاتے تھے، میری ہی وجہ سے تو نازک نازک عورتوں کی لذتیں حاصل کرتا تھا، میری ہی وجہ سے تو بادشاہوں کی طرح رہتا تھا، تو مجھے برائی کے موقعوں میں خرچ کرتا تھا اور میں انکار نہیں کرسکتا تھا، اگر تو مجھے خیر کے مواقع میں خرچ کرتا تو میں تیرے کام آتا، اس کے بعد ملک الموت نے ایک دم اُس کی رُوح قبض کر لی۔

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ایک مرتبہ ملک الموت ایک بہت بڑے ظالم جابر کی رُوح قبض کر کے لے گئے کہ دنیا میں اُس سے بڑا ظالم کوئی نہ تھا، وہ جا رہے تھے، فرشتوں نے اُن سے پوچھا کہ: تم نے ہمیشہ جانیں قبض کیں، تمہیں کبھی کسی پر رحم بھی آیا؟ اُنہوں نے کہا: سب سے زیادہ ترس مجھے ایک عورت پر آیا جو تنہا جنگل میں تھی، جب ہی

اُس کے بچہ پیدا ہوا تھا، مجھے حکم ہوا کہ اس عورت کی جان قبض کرلوں، مجھے اُس عورت کی اور اُس کے بچہ کی تنہائی پر بڑا ترس آیا کہ اس بچہ کا اس جنگل میں جہاں کوئی دوسرا نہیں ہے، کیا بنے گا؟ فرشتوں نے کہا کہ: یہ ظالم جس کی رُوح تم لے جارہے ہو، وہی بچہ ہے! ملک الموت حیرت میں رہ گئے، کہنے لگے: مولیٰ! تو پاک ہے، بڑا مہربان ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب کوئی شخص مر جاتا ہے اور اُس کے گھر والے رونا شروع کرتے ہیں تو ملک الموت اُس مکان کے دروازہ پر کھڑے ہوکر کہتے ہیں کہ: میں نے اس کی روزی نہیں کھالی (یہ اپنی روزی ختم کرچکا تھا)، میں نے اس کی عمر کم نہیں کردی، مجھے تو اس گھر میں پھر آنا ہے اور بار بار آنا ہے، اتنے سب ختم نہ ہوجائیں۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! اگر گھر والے اُس وقت اُس فرشتہ کو دیکھیں اور اُس کی بات سن لیں تو مُردہ کو بھول جائیں اور اپنے فکر میں پڑ جائیں۔

یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: بنی اسرائیل کے ظالموں میں سے ایک ظالم اپنے گھر میں بیٹھا ہوا اپنی بیوی سے تخلیہ کر رہا تھا، اتنے میں دیکھا کہ گھر میں ایک اجنبی آدمی دروازہ سے چلا آرہا ہے، یہ شخص نہایت غصہ میں اُس کی طرف لپکا، اُس سے پوچھا کہ: تو کون ہے؟ اور گھر میں آنے کی تجھے کس نے اجازت دی؟ اُس نے کہا: مجھے اس گھر کے مالک

نے اندر آنے کو کہا ہے! اور میں وہ شخص ہوں جس کو نہ کوئی پردہ روک سکتا ہے اور نہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لئے مجھے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے، نہ کسی ظالم کے دبدبہ سے ڈرتا ہوں، نہ کسی مغرور ومتکبر کے پاس جانے سے مجھے کوئی چیز مانع ہوتی ہے۔ اُس کی یہ گفتگو سن کر وہ ظالم خوف زدہ ہوگیا، بدن میں کپکپی آ گئی اور اُوندھے منہ گر گیا اور اس کے بعد نہایت عاجزی سے کہنے لگا: پھر تو آپ ملک الموت ہیں! اُس نے کہا: ہاں! میں وہی ہوں۔ صاحبِ مکان نے کہا کہ: آپ مجھے اتنی مہلت دے دیں کہ میں وصیت نامہ لکھ دوں! فرشتے نے کہا کہ: اب اس کا وقت دور چلا گیا، افسوس کہ تیری مدت ختم ہوچکی ہے، سانس پورے ہوگئے اور تیرا وقت ختم ہوگیا، اب تیرے لئے ذرا سی تاخیر کی بھی گنجائش نہیں! صاحبِ مکان نے پوچھا کہ: آپ مجھے کہاں لے جائیں گے؟ فرشتے نے کہا: تیرے اعمال جو آگے گئے ہوئے ہیں اُن کے پاس ہی لے جاؤں گا (جیسے عمل کئے ہوں گے ویسا ہی ٹھکانا ملے گا)، اور جس قسم کا گھر تو نے اُس جہان میں بنا رکھا ہوگا وہی تجھے ملے گا! اُس نے کہا: میں نے تو نیک اعمال کچھ بھی نہیں کئے اور نہ کوئی عمدہ گھر اپنے لئے اب تک بنا رکھا ہے! فرشتے نے کہا: پھر تو "لَظٰی نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی" کی طرف لے جاؤں گا! یہ سورۂ معارج کی ایک آیت (۱۵،۱۶) کی طرف اشارہ ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: بے شک وہ آگ ایسی دہکتی ہوئی ہے جو کھال تک کھینچ لے گی! اور اُس شخص کو جس نے

(دنیا میں حق سے) منہ پھیرا اور بے توجہی کی وہ آگ خود ہی بلا لے گی (اپنی طرف کھینچ لے گی)۔ اس کے بعد اُس فرشتہ نے اُس کی جان نکال لی، گھر میں کہرام مچ گیا، کوئی رو رہا تھا، کوئی چلّا رہا تھا۔ یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ مُردہ پر اس وقت کیا گزر رہی ہے تو اس کے مرنے سے زیادہ آہ و بکا اس حالت پر ہونے لگے جو اُس پر گزر رہی ہے۔(۱)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جس وقت ملک الموت دل کی رگ کو چھوتے ہیں اُس وقت آدمی کا لوگوں کو پہچاننا موقوف ہوجاتا ہے، زبان بند ہوجاتی ہے اور دنیا کی سب چیزوں کو بھول جاتا ہے، اگر اُس وقت آدمی پر موت کا نشہ سوار نہ ہو تو تکلیف کی شدت سے پاس والوں پر تلوار چلانے لگے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ: جس وقت سانس حلق میں ہوتا ہے اُس وقت شیطان اُس کے گمراہ کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ: ملک الموت نمازوں کے اوقات میں آدمیوں کی جستجو کرتے ہیں، خبر رکھتے ہیں، اگر کسی شخص کو نماز کے اوقات کا اہتمام رکھنے والا پاتے ہیں تو مرتے وقت اُس کو خود ہی کلمہ طیبہ تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اُس کے پاس سے ہٹادیتے ہیں۔

---

(۱) اتحاف۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: جب آدمی مرنے کے قریب ہوتا ہے اُس وقت اُس کے ہم مجلسوں کی صورتیں اُس کے سامنے کی جاتی ہیں، اگر اُس کا بیٹھنا نیک لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو یہ مجمع سامنے لایا جاتا ہے، اور فاسق فاجر لوگوں کے پاس ہوتا ہے تو وہ لوگ سامنے لائے جاتے ہیں۔ حضرت یزید بن شجرہ رضی اللہ عنہ صحابی سے بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔

ربیع بن برزہ رحمۃ اللہ علیہ ایک عبادت گزار آدمی بصرہ میں تھے، وہ کہتے ہیں کہ: ایک شخص مرنے لگا، لوگ اُس کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کر رہے تھے اور اُس کی زبان سے نکل رہا تھا کہ (شراب کا گلاس) تو بھی پی مجھے بھی پلا، تو بھی پی مجھے بھی پلا۔ اسی طرح ''اہواز'' میں ایک شخص کا انتقال ہو رہا تھا، لوگ اُس کو لا الٰہ الا اللہ کہتے تھے، اور وہ کہہ رہا تھا: دس دس روپیہ، گیارہ گیارہ، بارہ بارہ۔(۱)

اس کے بالمقابل جن لوگوں نے مرنے کی تیاری کر رکھی تھی، وہ دنیا میں موت کو یاد رکھتے تھے، اُس کے لئے کچھ کارنامے کر رکھے تھے، اُن کے لئے موت ایسی ہی تھی جس کو حضورِ اقدس ﷺ نے مؤمن کا تحفہ بتایا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب تھا، اُن کی بیوی کہہ رہی تھی: واحزناہ! ہائے افسوس! تم جا رہے ہو، اور وہ کہہ رہے تھے: **واطرباہ! غدًا نلقی الاحبۃ محمدًا وحزبہ** ۔ کیسے مزے کی بات ہے! کیسے لطف

---

(۱) اتحاف۔

کی بات ہے! کل کو دوستوں سے ملیں گے، حضورِ اقدس ﷺ سے ملیں گے، اُن کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے جب انتقال کا وقت قریب تھا تو فرمایا: یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں دنیا میں زیادہ دن رہنا چاہتا تھا مگر نہ اس وجہ سے کہ مجھے دنیا سے محبت تھی، نہ اس وجہ سے کہ یہاں نہریں اور باغ لگاؤں بلکہ اس وجہ سے چاہتا تھا کہ گرمیوں کے دوپہر میں روزہ کی پیاس کا لطف اُٹھاؤں اور (دین کے لئے) مشقت میں اوقات گزاروں اور تیرے ذکر کے حلقوں میں شریک ہوا کروں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے، کسی نے کہا: رونے کی کیا بات ہے؟ تم جا کر حضورؐ سے ملو گے، حضور ﷺ کا وصال اس حال میں ہوا کہ تم سے راضی تھے۔ فرمانے لگے کہ: میں نہ موت کے ڈر سے رو رہا ہوں نہ دنیا کے چھوٹنے سے، بلکہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے ہم سے ایک عہد لیا تھا کہ دنیا سے انتفاع ہمارا صرف اِتنا ہو جتنا مسافر کا توشہ، میں اس عہد کو پورا نہ کرسکا! لیکن جب وصال پر اُن کے گھر کا سامان دیکھا گیا تو وہ دس درہم سے کچھ زائد تھا اور ایک درہم ۳۰/ کا ہوتا ہے، یہ تھی وہ کل کائنات جس کی زیادتی پر رو رہے تھے۔ اس کے بعد اُنہوں نے تھوڑا سا مشک منگوایا اور بیوی سے فرمایا کہ: اس کو بھگو کر میرے بستر پر چھڑک دو، میرے پاس ایسی جماعت آرہی ہے

جو نہ انسان ہیں نہ جن۔(۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات کا وقت ہوا تو وہ ہنسے اور فرمایا: "لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ." اسی جیسی چیزوں کے واسطے لوگوں کو کام کرنا چاہیے (وہاں کی کچھ لذتیں، فرحتیں سامنے آئی ہوں گی)۔ نیز جب ان کی وفات کا وقت قریب تھا تو انہوں نے اپنے غلام سے جن کا نام نصر تھا فرمایا کہ: میرا سر زمین پر رکھ دو! وہ رونے لگے، اُنہوں نے پوچھا کہ: رونے کی کیا بات ہے؟ نصر نے کہا: آپ ایسی راحتوں میں زندگی گزارتے تھے اب اس طرح فقیروں کی طرح زمین پر سر رکھ کر مر رہے ہیں! فرمانے لگے: چپ رہ! میں نے حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی تھی کہ میری زندگی مالداروں کی سی ہو اور میری موت فقیروں کی۔ عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ایک شخص کے انتقال کا وقت قریب تھا، شیطان اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا: تو مجھ سے چھوٹ ہی گیا (میرے بس میں نہ آیا)، وہ فرمانے لگے: مجھے تجھ سے اب تک بھی اطمینان نہیں ہے۔ جریری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں حضرت جنیدؒ کے پاس اُن کے انتقال کے وقت موجود تھا، وہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے، کسی نے عرض کیا کہ: یہ وقت (ضعف کا ہے) یہ تلاوت کا کیا وقت ہے؟ فرمانے لگے کہ: اس سے زیادہ اچھا وقت تلاوت کا کون سا ہوگا؟ میرا اعمال نامہ اس وقت بند ہو رہا ہے! حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا

---

(۱) اتحاف۔

کہ: حضرت ابوسعید خزازؒ انتقال کے وقت بہت ہی مزے پر آرہے تھے، کیا بات تھی؟ فرمانے لگے کہ: اگر اُس وقت اُن کی رُوح اشتیاق میں اُڑ جاتی تب بھی بعید نہ تھا! حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے انتقال کے قریب پوچھا کہ: کچھ فرمانا ہے، کوئی خواہش ہو تو بتادیں؟ فرمایا: صرف یہ خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے اُس کی معرفت حاصل ہوجائے!

ایک شخص کہتے ہیں کہ: میں حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا، ایک فقیر آیا اور کہنے لگا: یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی مر جائے؟ انہوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں پانی کا چشمہ بھی تھا، وہ اُس کے قریب گیا، وضو کی اور نماز پڑھی اس کے بعد پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور مرگیا۔

ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ فاطمہ رحمہا اللہ کہتی ہیں کہ: جب میرے بھائی کا انتقال ہونے لگا تو اُن کا سر میری گود میں تھا، انہوں نے آنکھ کھولی اور فرمانے لگے کہ: آسمان کے دروازے کھل گئے اور جنت مزین کردی گئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ: ابوعلی! اگرچہ تم اتنے اُونچے درجہ کی خواہش نہیں کر رہے تھے مگر ہم نے تمہیں اُونچے درجہ پر پہنچادیا۔ پھر اُنہوں نے دوشعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ: تیرے حق کی قسم میں نے کبھی تیرے سوا کسی کی طرف (محبت کی نگاہ سے) آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو مجھے اپنی بیمار آنکھوں سے بے چین کر رہا ہے،

اور اُن رخساروں سے جو حیاء کی وجہ سے سرخ ہوگئے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت کسی نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو فرمانے لگے کہ: میں اس لفظ کو کبھی بھولا ہی نہیں جو اَب یاد کروں! حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم بکران دینوریؒ سے جعفر بن نصیرؒ نے پوچھا کہ: تم نے حضرت شبلیؒ کے انتقال کے وقت کیا منظر دیکھا؟ اُنہوں نے کہا کہ: وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے ایک درم (۳۰۳ر) کا ظلم ایک شخص پر ہوگیا تھا، میں اُس کی طرف سے کئی ہزار درم صدقہ کر چکا ہوں مگر میرے دل پر اب تک اُس درم کا بوجھ ہے کہ کیوں رہ گیا؟ اُس کے بعد فرمایا کہ: مجھے وضو کرادو! میں نے وضو کرائی اور ڈاڑھی میں خلال کرنا بھول گیا، وہ خود ضعف کی وجہ سے کر نہ سکتے تھے، زبان بند ہوچکی تھی، میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی ڈاڑھی کے اندر کردیا اور انتقال ہوگیا۔ یہ سن کر جعفرؒ رونے لگے کہ جس شخص کا ایسی حالت میں بھی شریعت کا ادب اور ایک مستحب نہ چھوٹے اُس کا کیا کہنا! ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا، اُن کی بیوی رونے لگیں، فرمانے لگے: کیوں روتی ہو؟ وہ کہنے لگیں کہ: تمہاری جدائی سے رو رہی ہوں! وہ فرمانے لگے کہ: اپنے لئے رو میں تو آج کے دن کے لئے (یعنی اُس کے اشتیاق اور انتظار میں) بیالیس برس سے رو رہا ہوں! حضرت کتانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے انتقال کے وقت پوچھا کہ: آپ کے معمولات کیا ہیں؟ فرمانے لگے کہ: اگر میرا انتقال کا وقت قریب نہ ہوتا تو نہ بتاتا، میں چالیس

برس سے اپنے دل کے دروازہ کی حفاظت کر رہا ہوں، جب اُس میں غیر اللہ گھسنے کا ارادہ کرتا ہے میں دروازہ بند کردیتا ہوں۔ حضرت معتمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں حکم (ایک رئیس) کے انتقال کے وقت اُن کے پاس تھا اور دعا کر رہا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ اس پر موت کی سختی کو آسان فرمادے کہ اُس شخص میں فلاں فلاں خوبیاں تھیں، میں اس کی اچھی عادتیں گن گن کر دعا کر رہا تھا، حکم کو غفلت ہو رہی تھی، جب اُن کو اپنی غفلت سے ہوش آیا تو کہنے لگے کہ: فلاں فلاں بات کون شخص کر رہا تھا؟ معتمرؒ فرمانے لگے کہ: میں کہہ رہا تھا! حکم نے کہا کہ: ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: میں ہر سخی شخص کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہوں! یہ کہہ کر حکم کی رُوح پرواز کرگئی۔

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت ایک بزرگ اُن کے پاس بیٹھے تھے، وہ ان کے لئے جنت کے ملنے کی دعا کرنے لگے، حضرت ممشادؒ ہنسے اور فرمایا کہ: تیس برس سے جنت اپنی ساری زینتوں سمیت میرے سامنے آتی رہی، میں نے ایک مرتبہ بھی اُس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھا (میں تو جنت کے مالک کا مشتاق ہوں)۔(۱) جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب تھا تو ایک طبیب خدمت میں حاضر تھے، وہ کہنے لگے کہ: امیرالمؤمنین کو زہر دیا گیا ہے، اس لئے

(۱) اتحاف۔

مجھے اُن کی زندگی کا اطمینان نہیں ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تم کو اُس شخص کی زندگی کا بھی اعتبار نہ چاہئے جس کو زہر نہ دیا گیا ہو! طبیب نے پوچھا: کیا آپ کو خود بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ مجھ کو زہر دیا گیا؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مجھے اسی وقت علم ہو گیا تھا جب یہ زہر میرے پیٹ میں گیا! طبیب نے کہا کہ: آپ اس کا علاج کر لیجئے ورنہ آپ کی جان چلی جائے گی! فرمانے لگے: (جس کے پاس جائے گی یعنی میرا ربّ) وہ ان سب میں بہترین ہے جن کے پاس کوئی جائے، خدا کی قسم! اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ میرے کان کے پاس کوئی چیز ایسی رکھی ہے جس میں میری شفا ہے تو میں وہاں تک بھی ہاتھ نہ بڑھاؤں! پھر فرمایا: یا اللہ! عمر کو اپنے سے ملنے کے لئے پسند کر لے! اس کے چند ہی روز بعد انتقال ہو گیا۔

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس زمانہ میں کثرت سے موت کی دعا کیا کرتے تھے، کسی نے عرض کیا: ایسا نہ کیجئے! حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی وجہ سے بہت سی سنتیں (حضورِ اقدس ﷺ کی) زندہ کر رکھی ہیں، بہت سی بدعتیں (جو شروع ہو گئی تھیں) دبا رکھی ہیں۔ فرمانے لگے: کیا میں صالح بندہ (حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرح نہ بنوں، جنہوں نے یہ دعا کی تھی: "تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ." (یوسف:۱۰۱) اے اللہ! مجھے

اسلام کی حالت میں موت عطا فرمادے اور صالحین کے ساتھ ملادے۔
انتقال کے قریب مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ: آپ نے جو کفن کے لئے
دام دیئے ہیں، اُن کا بہت معمولی کپڑا آیا ہے، اس پر کچھ اضافہ کی
اجازت فرمادیں۔ ارشاد فرمایا کہ: وہ میرے پاس لاؤ! تھوڑی دیر اُس
کپڑے کو دیکھا پھر فرمایا کہ: اگر میرا ربّ مجھ سے راضی ہے تب تو اس
سے بہتر کفن مجھے فوراً مل جائے گا، اور اگر میرا ربّ مجھ سے ناراض ہے تو
جو کفن بھی ہوگا وہ زور سے ہٹادیا جائے گا اور اس کے بدلہ جہنم کی آگ کا
کفن ہوگا! اس کے بعد فرمایا: مجھے بٹھاؤ! بیٹھ کر فرمایا: یا اللہ! تو نے مجھے
(جن چیزوں کے کرنے کا) حکم دیا، مجھ سے تعمیل نہ ہوسکی، تو نے (جن
چیزوں کو) منع فرمایا، مجھ سے ان میں نافرمانی ہوئی، لیکن لا الٰہ الا اللہ!
اس کے بعد انتقال فرمایا۔ اسی دوران میں یہ بھی فرمایا کہ: میں ایک
جماعت کو دیکھ رہا ہوں، نہ تو وہ آدمی ہیں، نہ جن ہیں۔ ایک روایت میں
ہے کہ: انتقال کے قریب سب کو اپنے پاس سے ہٹادیا اور فرمایا: یہاں کوئی
نہ رہے! سب باہر چلے گئے اور درزوں میں سے دیکھنے لگے تو وہ فرمارہے
تھے: بہت مبارک ہے ایسے لوگوں کی آمد جو نہ انسان ہیں، نہ جن! اس کے
بعد سورۂ قصص کے آخری رکوع کی یہ آیتِ شریفہ پڑھی: "تِلْکَ الدَّارُ
الْاٰخِرَۃُ" الآیۃ، جس میں حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ: یہ آخرت کا گھر ہم
ان لوگوں کے لئے تیار کرتے ہیں جو نہ دنیا میں بڑائی چاہتے ہیں نہ

فساد۔(۱) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ: میں نے حق تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ مجھے قبرستان والوں کا حال دکھا دے۔ میں نے ایک رات کو دیکھا گویا قیامت قائم ہوگئی اور لوگ اپنی قبروں سے نکلنے لگے، اُن کو میں نے دیکھا کہ کوئی سندس پر (جو ایک خاص اعلیٰ قسم کا ریشم ہے) سو رہا ہے، کوئی ریشم پر ہے، کوئی اُونچے اُونچے تخت پر ہے، کوئی پھولوں پر ہے، کوئی ہنس رہا ہے، کوئی رو رہا ہے، میں نے کہا: یا اللہ! اگر یہ سب ایک ہی حال میں ہوتے تو کیسا اچھا تھا۔ ایک شخص نے مُردوں میں سے کہا کہ: یہ اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہے، سندس والے تو اچھی عادتوں والے ہیں اور ریشم والے شہداء ہیں، اور پھولوں والے کثرت سے روزہ رکھنے والے ہیں، اور ہنسنے والے توبہ کرنے والے ہیں، اور رونے والے گنہگار ہیں، اور اعلیٰ مراتب والے (یہ غالباً اُونچے تخت والے ہیں) وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ شانہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے۔(۲) ایک کفن چور تھا، وہ قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا، اُس نے ایک قبر کھودی تو اُس میں ایک شخص اُونچے تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھے، قرآنِ پاک اُن کے سامنے رکھا ہوا، وہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں، اور اُن کے تخت کے نیچے ایک نہر چل رہی ہے، اس شخص پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہوکر گر پڑا، لوگوں نے اُس کو قبر سے نکالا، تین دن بعد ہوش آیا، لوگوں نے قصہ پوچھا، اُس

(۱) اتحاف۔ (۲) روض۔

نے سارا حال سنایا، بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی، اس سے پوچھا کہ قبر بتادے، اُس نے ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جاکر قبر دکھاؤں، رات کو خواب میں ان قبر والے بزرگ کو دیکھا کہہ رہے ہیں: اگر تو نے میری قبر بتائی تو ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا کہ یاد کرے گا! اس نے عہد کیا کہ نہیں بتاؤں گا۔(۱)

شیخ ابویعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میرے پاس ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ: میں کل کو ظہر کے وقت مرجاؤں گا! چنانچہ دوسرے دن ظہر کے وقت مسجدِ حرام میں آیا، طواف کیا اور تھوڑی دور جاکر مرگیا، میں نے اُس کو غسل دیا اور دفن کیا، جب میں نے اُس کو قبر میں رکھا تو اُس نے آنکھیں کھول دیں، میں نے کہا کہ: مرنے کے بعد بھی زندگی ہے! کہنے لگا: میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے!(۲)

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرید کو غسل دیا، اُس نے میرا انگوٹھا پکڑلیا، میں نے کہا کہ: میرا انگوٹھا چھوڑ دے، مجھے معلوم ہے کہ تو مرا نہیں ہے، یہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال ہے! اُس نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا۔ شیخ ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ: جب میرے والد کا انتقال ہوا اور اُن کو نہلانے کے لئے تختہ پر رکھا تو ہنسنے لگے، نہلانے والے چھوڑ کر چل دیئے، کسی کی ہمت اُن

---

(۱) روض۔ (۲) روض۔

کو نہلانے کی نہ پڑتی تھی۔ ایک اور بزرگ اُن کے رفیق آئے، اُنہوں نے غسل دیا۔(۱)

غرض صاحبِ روض نے بہت سے واقعات ان مرنٹوں کے مرنے کے ایسے لکھے ہیں جن سے ان کا مرنے کا وقت اور مرنے کے بعد نہایت بشاش ہونا، ہنسنا، مذاق کرنا، لطف اُڑانا معلوم ہوتا ہے، مرنے کے بعد کلام کرنے کے بعض واقعات حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ''استیعاب'' میں بھی ذکر کئے ہیں، حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ: اس میں اختلاف نہیں ہے کہ انہوں نے مرنے کے بعد کلام کیا اور اسی طرح بعض دوسرے صحابہ کرامؓ سے بھی نقل کیا ہے۔

غزوۂ موتہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانے لگے تو لوگوں نے ان جانے والوں کو خیر و سلامتی کے ساتھ واپسی کی دعائیں دینی شروع کیں، اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اُس وقت تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ: میں تو واپسی کے بجائے یہ تمنا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ میری مغفرت فرمادے اور اس کے ساتھ ہی ایک تلوار سر پر ایسی لگے جو سر کے دو ٹکڑے کردے یا کوئی برچھا ایسا مجھ میں گھسے جو انتڑیاں اور جگر چیرتا چلا جائے، جب میدانِ جنگ پر یہ حضرات پہنچے تو ان حضرات کی جمعیت تین ہزار کی تھی اور وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ دشمنوں کی جماعت دو لاکھ ہے،

(۱) روض۔

اُس بناء پر صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ مشورہ ہوا کہ اوّل حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت کی اطلاع دی جائے، اُس کے بعد بھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو تو لڑائی شروع کی جائے، جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ یہ مشورہ ہو رہا ہے تو وہ آئے اور کہنے لگے: تم لوگ بھی عجیب ہو! جس چیز کی تمنا میں نکلے تھے اُس کے بارے میں مشورہ کر رہے ہو، تم تو محض شہادت کی طلب میں نکلے ہو، ہم نے کبھی بھی سامان اور قوت اور تعداد کے بھروسہ پر جنگ نہیں کی، ہم نے ہمیشہ صرف مذہبِ اسلام کی قوت پر جنگ کی ہے، اُٹھو اور میدان میں چلو، دو حال سے خالی نہیں یا غلبہ اور فتح یا شہادت! اور ہمارے لئے دونوں چیزیں اعزاز ہی ہیں۔ ان کی یہ بات سن کر سب کے سب جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور جنگ شروع ہو گئی، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کے وقت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا تھا اور ارشاد فرمادیا تھا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے، وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو اُس وقت مسلمان مشورہ سے جس کو چاہیں امیر بنالیں۔ چنانچہ میدان میں جب حضرت زید رضی اللہ عنہ اور اُن کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو لوگوں نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی، یہ لشکر کے کنارہ پر تھے، گوشت کا ایک ٹکڑا ان کے ہاتھ میں تھا، تین دن سے کچھ بھی چکھنے کی نوبت نہ آئی تھی، کسی نے آکر کہا کہ: حضرت

جعفرؓ شہید ہو گئے! حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کو ملامت کی کہ تو دنیا ہی میں مشغول ہو رہا ہے (کھانے میں لگ گیا)، یہ کہہ کر اُس ٹکڑے کو پھینک کر جھنڈا ہاتھ میں لے کر آگے بڑھے، کسی نے وار کیا تو ہاتھ کی اُنگلی کٹ گئی، اس پر اُنہوں نے تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ: تو محض اُنگلی تھی جو خون آلود ہوگئی، اس کے سوا اور کیا ہوا، اور یہ بھی اللہ ہی کے راستہ میں ہوا، جو خود بہت اُونچی دولت ہے، اے نفس! اس بات کو سمجھ لے کہ اگر تو شہید نہ ہوگا تو ویسے مرے گا، مرنا تو بہرحال ہے ہی، دیکھ جس چیز کی تو تمنا کر رہا تھا یعنی شہادت کی وہ سامنے آگئی، اگر تو اپنے پہلے دو ساتھی زیدؓ و جعفرؓ کا سا کارنامہ کرے گا تو ہدایت یافتہ ہوگا اور اگر تو نے اپنا قدم ان سے پیچھے ہٹایا تو بدبخت ہوگا، اس کے بعد اپنے دل سے کہا کہ: تجھے اِس وقت کیا خیال ہوسکتا ہے؟ اگر بیوی کا خیال آسکتا ہے تو اُس کو تین طلاق! اگر غلاموں کا خیال آسکتا ہے تو وہ سب آزاد! اگر اپنا باغ یاد آسکتا ہے تو وہ اللہ کے لئے صدقہ ہے! اے نفس کیا تو جنت کو پسند نہیں کرتا؟ خدا کی قسم! تو اُس کی طرف چل کر رہے گا، خوشی سے چل یا زبردستی تو نے بہت زمانہ اطمینان کا گزار لیا ہے، اب کیا سوچتا ہے؟ اپنی حقیقت کو سوچ! تو نطفہ کا ایک قطرہ تھا۔ غرض اس سوچ کے بعد حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ بڑھے اور شہید ہو گئے۔ حکایاتِ صحابہؓ میں یہ قصہ تفصیل سے گزر چکا ہے اور اس نوع کے اور بھی قصے گزرے ہیں۔

حضرت ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی کا جب انتقال ہونے لگا تو گھر والوں نے رونا شروع کیا، تو فرمانے لگے: ایسے شخص کو مت رو جس نے اسلام لانے کے بعد سے نہ زبان سے کبھی کوئی خطا کا لفظ نکالا، نہ بدن سے کبھی کوئی خطا کی حرکت کی (یعنی ایسے شخص کی موت تو اس کے لئے مسرت ہی مسرت ہے)۔ صنابحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہونے لگا تو میں پاس تھا، مجھے رونا آگیا، فرمانے لگے: تو کیوں روتا ہے؟ خدا کی قسم اگر قیامت میں مجھ سے گواہی طلب کی گئی تو میں تیرے لئے بہتر گواہی دوں گا اور مجھے سفارش کی اجازت ملی تو تیرے لئے سفارش کروں گا اور جہاں تک مجھے قدرت ہوگی تجھے نفع پہنچاؤں گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ: میں نے جتنی حدیثیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں اور تمہارے نفع کی تھیں وہ سب تمہیں پہنچا چکا ہوں، ایک حدیث کے علاوہ جو اس وقت سناتا ہوں، جبکہ میں اس جہان سے جارہا ہوں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے، اُس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو اُن کی صاحبزادی رونے لگیں، فرمایا: بیٹی رو نہیں! بیٹی نے کہا: اگر آپ کے انتقال پر بھی رونا نہ آئے تو کس کے انتقال پر آئے گا؟ فرمایا: اس وقت مجھے اپنی جان کے نکلنے سے زیادہ محبوب کسی کی جان نکلنا بھی نہیں ہے، حتّٰی کہ اس مکھی کی جان نکلنا بھی اپنی جان

نکلنے سے زیادہ محبوب نہیں (تو جب موت مجھے اتنی محبوب ہو رہی ہے، اُس پر تو روتی ہے!) اس کے بعد حمران سے کہا: البتہ اس کا ڈر ضرور ہے کہ کہیں مرتے وقت اسلام نہ میرے ہاتھ سے چھوٹ جائے!

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا کہ: میرا اُونی جبہ لاؤ! وہ لایا گیا جو بہت پرانا بوسیدہ تھا، فرمایا: مجھے اس میں کفن دینا، بدر کی لڑائی میں یہی جبہ میرے اُوپر تھا!

عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا، نزع کی حالت تھی، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اُن کے پاس گئے ہوئے تھے، اپنے آدمیوں سے کہا کہ: دیکھو! میرے یہ دونوں بھائی روزہ سے ہیں، ایسا نہ ہو کہ ان کے کھانے میں میری موت کی وجہ سے دیر لگے اور روزہ افطار کرنے میں تأخیر ہوجائے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اگر تجھے اکرام اور سخاوت سے کوئی چیز روک سکتی تھی تو نزع کی تکلیف روک سکتی تھی، مگر یہ بھی تیرے لئے مانع نہ ہوئی! اس حال میں اُن کا انتقال ہوا کہ مہمانوں کے سامنے کھانا رکھا تھا۔ عمرو بن اوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: جب، عتبہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو رہا تھا میں اُن کے پاس گیا، وہ نزع کی حالت میں تھے، فرمانے لگے کہ: میں تمہیں چلتے چلتے ایک حدیث سناتا جاؤں جو مجھے میری بہن اُمِ حبیبہؓ نے سنائی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جو شخص، اللہ کے واسطے (یعنی اخلاص

سے) بارہ رکعت چاشت کی نماز روزانہ پڑھتا رہے حق تعالیٰ شانہ اُس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں (یہ حضور ﷺ کی احادیث اور دین کی اشاعت کا جذبہ تھا کہ موت بھی مانع نہ ہوئی)۔

محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے، کسی نے پوچھا کہ: رونے کی کیا بات ہے؟ فرمایا کہ: میں اس پر نہیں روتا کہ مجھ سے کبھی کوئی گناہ ہوا ہو، میرے علم کے موافق تو میں نے عمر بھر میں کوئی گناہ کیا ہی نہیں! البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ کوئی بات مجھ سے ایسی سرزد ہوگئی ہو جس کو میں اپنے خیال میں سرسری سمجھا ہوں اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہو۔ اس کے بعد قرآنِ پاک کی آیت: ”وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ.“ (زمر: ۴۷) پڑھی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ان کے لئے اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے ایسی بات ظاہر ہوئی جس کا اُن کو گمان بھی نہ تھا۔ یہ پڑھ کر فرمایا کہ: مجھے بس اس کا ڈر ہے کہ کوئی بات ایسی ہوجائے جس کا گمان بھی نہ ہو۔ عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے، کسی نے کہا کہ: آپ نے تو ایسے ایسے مجاہدے کئے ہیں، آپ بھی روتے ہیں؟ فرمانے لگے کہ: میں نہ تو موت کے خوف سے رو رہا ہوں، نہ دنیا کے لالچ سے، مجھے اس کا رنج ہے کہ آج گرمیوں کے دوپہر کا روزہ اور سردیوں کی آخر رات کا تہجد چھوٹ رہا ہے۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو کچھ لوگ اُن

کی خدمت میں حاضر تھے، اُنہوں نے عرض کیا کہ: کوئی آخری نصیحت فرمادیجئے! ارشاد فرمایا کہ: تین باتیں تم سے کہتا ہوں، اُن کو سن کر میرے پاس سے چلے جانا اور میں جہاں جارہا ہوں مجھے تنہائی میں وہاں جانے دیجیو، اس کے بعد فرمایا: (۱) جس کام کا دوسرے کو حکم کرو پہلے خود اُس پر عمل شروع کردو۔ (۲) جس بات سے دوسرے کو منع کرو پہلے خود اُس سے رُک جاؤ۔ (۳) تمہارا ہر قدم یا تمہارے لئے نافع ہے (کہ جنت کی طرف پڑتا ہے) یا مضر ہے (کہ جہنم کی طرف چلتا ہے) اس لئے ہر قدم کو اُٹھاتے وقت یہ سوچ لو کہ کدھر جارہا ہے؟

حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہو رہا تھا تو اُن کی بیٹی رونے لگیں، فرمایا: بیٹی! رونے کی بات نہیں ہے، یوں کہو کہ آج کا دن کس قدر خوشی کا ہے کہ میرے باپ کو آج بہت کچھ ملا۔ حضرت مکحول شامی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو وہ ہنس رہے تھے، کسی نے پوچھا کہ: یہ ہنسی کا وقت ہے؟ فرمانے لگے: کیوں نہ ہنسوں؟ جبکہ وہ وقت آگیا کہ جن سے میں گھبراتا تھا اُن سے ہمیشہ کو جدا ہوتا ہوں، اور جس ذات سے اُمیدیں وابستہ تھیں اُس کے پاس جلدی جلدی جارہا ہوں۔

حضرت حسان بن سنان رضی اللہ عنہ کی جب نزع کی حالت تھی تو کسی نے کہا کہ: آپ کو بہت تکلیف ہو رہی ہے! فرمانے لگے: تکلیف تو ضرور ہے مگر مؤمن کی تکلیف کا ایسے وقت کیا ذکر ہے جب اُس کو حق تعالیٰ شانہ

سے ملنے کی اُمید ہورہی ہو، اور اُس پر اُس کی خوشی غالب ہورہی ہو۔

جب ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت آیا تو اُن کی بیٹی رونے لگیں، فرمایا: رونے کی بات نہیں ہے! میں نے اس گھر میں چار ہزار قرآنِ پاک ختم کئے ہیں۔ حسن بن حی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میرے بھائی علیؒ کا جس رات میں انتقال ہوا، انہوں نے مجھے آواز دے کر پانی مانگا، میری نماز کی نیت بند رہی تھی، میں سلام پھیر کر پانی لے کر گیا، وہ فرمانے لگے کہ: میں تو پی چکا! میں نے کہا: آپ نے کہاں سے پی لیا گھر میں تو میرے اور آپ کے سوا کوئی اور ہے نہیں؟ کہنے لگے کہ: حضرت جبرائیل علیہ السلام ابھی پانی لائے تھے وہ مجھے پانی پلا گئے اور یہ فرما گئے کہ تو اور تیرا بھائی اُن لوگوں میں ہیں جن پر حق تعالیٰ شانہ نے انعام فرما رکھا ہے (یہ قرآن پاک کی ایک آیتِ شریفہ کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ نساء کے نویں رکوع میں ہے: "وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ" الآیۃ، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ شانہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ شانہ نے انعام فرما رکھا ہے، نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین سے)۔

حضرت عبداللہ بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: حضرت علی بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا، میں سفر میں گیا ہوا تھا، جب میں سفر سے واپس آیا تو اُن کے بھائی حسن بن صالح کے پاس تعزیت کے لئے

گیا، مجھے وہاں جا کر رونا آ گیا، وہ کہنے لگے کہ: رونے سے پہلے اُن کے انتقال کی کیفیت سنو! کیسے لطف کی ہے، جب اُن پر نزع کی تکلیف شروع ہوئی تو مجھ سے پانی مانگا، میں پانی لے کر گیا، کہنے لگے: میں نے تو پی لیا! میں نے پوچھا: کس نے پلایا؟ کہنے لگے: حضورِ اقدس ﷺ فرشتوں کی بہت سی صفوں کے ساتھ تشریف لائے تھے اور مجھے پانی پلا دیا! مجھے خیال ہوا کہ کہیں غفلت میں نہ کہہ رہے ہوں، اس لئے میں نے پوچھا کہ: فرشتوں کی صفیں کس طرح تھیں؟ کہنے لگے اُوپر نیچے اس طرح تھیں، ایک ہاتھ کو دوسرے کے اُوپر کر کے بتایا۔

جب ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہونے لگا تو اُن کی ہمشیرہ رونے لگیں، کہنے لگے: بہن! رونے کی بات نہیں، تیرے بھائی نے مکان کے اس کونہ میں بارہ ہزار قرآنِ پاک ختم کئے ہیں۔ عمرو بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ابوشعیب صالح بن زیادؒ بیمار تھے، میں اُن کی عیادت کو گیا تو اُن کی نزع کی حالت تھی، مجھ سے کہنے لگے کہ: میں تجھے خوشخبری سناؤں! میں اس جگہ ایک اجنبی سے آدمی کو جو اُوپری سی صورت ہے دیکھ رہا ہوں، میں نے اُن سے پوچھا کہ: تم کون ہو؟ وہ کہنے لگے کہ: میں ملک الموت ہوں! میں نے کہا کہ: میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا! وہ کہنے لگے: مجھے یہی حکم ملا ہے کہ نرمی کروں!

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزدے فرماتے ہیں

کہ: میرے والد کا جب انتقال ہونے لگا تو میں اُن کے پاس بیٹھا تھا، کپڑا میرے ہاتھ میں تھا تا کہ انتقال کے بعد جبڑا باندھ دوں، اُن کو غشی ہوجاتی تھی جس سے ہمیں یہ خیال ہوتا تھا کہ انتقال ہوگیا، پھر افاقہ ہوجاتا تھا، اور اُس وقت وہ کہتے کہ: ابھی نہیں! ابھی نہیں! جب تیسری مرتبہ یہی صورت پیش آئی تو میں نے اُن سے دریافت کیا کہ: آپ یہ کیا فرماتے ہیں؟ کہنے لگے: بیٹا! تمہیں خبر نہیں، شیطان ملعون میرے پاس کھڑا ہے اور رنج اور غصہ سے اپنی اُنگلی منہ سے دبا رہا ہے اور کہتا ہے کہ: احمد تو میرے ہاتھ سے نکل گیا! جب وہ کہتا ہے تو میں اُس سے کہتا ہوں کہ: ابھی نہیں چھوٹا! (اتنے جان نکل جائے اتنے تجھ سے اطمینان نہیں ہے)۔

حضرت آدم بن ابی ایاس رحمۃ اللہ علیہ کا جب آخری وقت تھا تو وہ چادر میں لپٹے پڑے تھے اور قرآن شریف پڑھ رہے تھے، جب قرآنِ پاک ختم کیا تو کہنے لگے کہ: مجھے جو آپ سے محبت ہے اُس کا واسطہ دے کر عرض ہے کہ میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے، آج ہی کے دن کے لئے آپ سے اُمیدیں وابستہ تھیں۔ اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ کہا اور رُوح پرواز کرگئی۔ جب مسلمہ بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہونے لگا تو وہ رونے لگے، کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ: میں موت کے ڈر سے نہیں رو رہا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل وثوق ہے، میں اس پر رو رہا ہوں کہ میں تیس مرتبہ جہاد میں شریک ہوا مگر شہادت نصیب نہ ہوئی، اور

آج عورتوں کی طرح بستر پر جان دے رہا ہوں۔ ایاس بن قتادہ عبشمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن آئینہ دیکھا تو سر پر سفید بال نظر آئے، کہنے لگے کہ: سفید بال آجانے کے بعد پھر آخرت کے سوا کوئی مشغلہ نہ رہنا چاہئے کہ اب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت آگیا، اس کے بعد بہت زیادہ مجاہدے شروع کردیئے، ایک مرتبہ جمعہ کے دن نماز سے فارغ ہوکر مسجد سے باہر آرہے تھے، آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگے: تیرا آنا مبارک ہے، میں تو تیرا بہت ہی سخت انتظار کر رہا تھا۔ اس کے بعد اپنے ساتھ والوں سے کہنے لگے: جب میں مرجاؤں تو ملحوب (کسی جگہ کا نام ہے) میں لے جاکر مجھے دفن کردینا، اس کے بعد رُوح نکل گئی اور گر گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابراہیم بن ہانی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے لڑکے اسحاق سے دریافت کیا کہ: کیا آفتاب غروب ہوگیا؟ اُنہوں نے کہا کہ: ابھی تو نہیں ہوا، لیکن اباجان ایسی سخت بیماری میں تو فرض روزہ کھولنے کی بھی اجازت ہے، آپ کا تو نفل روزہ ہے اس کو کھول دیجئے! فرمانے لگے: ارے ٹھہر جا! اس کے بعد (نہ معلوم کیا دیکھا) فرمانے لگے: اسی جیسی چیزوں کے لئے آدمی کو چاہئے کہ نیک عمل کرتا رہے (یہ قرآنِ پاک کی آیت والصّٰفّٰت کی طرف اشارہ ہے جس میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ: بے شک یہی بڑی کامیابی ہے، ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل

کرنا چاہئے)، اس کے بعد رُوح پرواز کرگئی۔ ابوحکیم نیری رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے، لکھتے لکھتے قلم ہاتھ میں سے رکھ کر کہنے لگے: اگر اسی کا نام موت ہے تو خدا کی قسم! بڑی اچھی موت ہے، یہ کہہ کر مرگئے۔ ابوالوفاء بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہونے لگا تو گھر والوں نے رونا شروع کردیا، کہنے لگے کہ: پچاس سال سے تو اس کو ہٹا رہا ہوں اب کہاں تک ہٹائے جاؤں؟ اب تم مجھے چھوڑ دو، اب میں اس کی آمد پر اس کو مبارک باد دیتا ہوں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کی کتاب ''احیاء العلوم'' مشہور ہے، دوشنبہ کی صبح کی نماز وضو کرکے پڑھی، پھر اپنا کفن منگایا اُس کو چوما، آنکھوں پر رکھا اور کہا کہ: بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے بڑی خوشی سے حاضر ہوں! یہ کہہ کر قبلہ رُخ پاؤں پسار کر لیٹے گئے اور فوراً انتقال کرگئے۔

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: جب میرے استاذ ابوبکر بن حبیبؒ کا انتقال ہونے لگا تو شاگردوں نے عرض کیا کہ: کچھ وصیت فرمادیجئے! فرمایا: تین چیزوں کی وصیت کرتا ہوں: اللہ کا خوف، اور تنہائی میں اس کا مراقبہ، اور جو چیز مجھے پیش آرہی ہے (یعنی موت) اس کا خوف رکھا جائے، مجھے اِکسٹھ برس گزر گئے ہیں، لیکن گویا میں نے دنیا کو دیکھا بھی نہیں (ایسے جلدی گزر گئے)۔ اس کے بعد ایک پاس بیٹھنے والے سے پوچھا: دیکھو میری پیشانی پر پسینہ آگیا یا نہیں؟ اُس نے عرض کیا: آگیا!

فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ یہ ایمان پر موت کی علامت ہے (جیسا کہ حدیث میں وارد ہے)۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابوالوقت عبدالاوّلؒ کے انتقال کا جب وقت آیا تو آخر کلمہ جو اُن کی زبان سے نکلا یہ تھا: "یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ. بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ." (یہ سورۂ یٰسین شریف کے دوسرے رکوع کی آیت ہے)، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: "کاش! میری قوم کو یہ بات معلوم ہوجاتی کہ میرے ربّ نے مجھے بخش دیا اور مجھے معزّز اور مکرّم لوگوں میں شامل کردیا۔" محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں احمد بن خضرویہؒ کے انتقال کے وقت اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اُن کو نزع شروع ہوگیا تھا، پچانوے ۹۵ سال کی عمر تھی، ایک شخص نے اُن سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور کہنے لگے کہ: بیٹا پچانوے سال سے ایک دروازہ کھولنے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں، اس وقت وہ کھلنے کو ہے، اس کا فکر سوار ہے کہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے کہ بدبختی کے ساتھ، اس وقت جواب کی مہلت کہاں؟ اسی میں ان کے قرض خواہ اُن کے مرنے کی خبر سن کر جمع ہوگئے، سات سو دینار (اشرفیاں) اُن کے ذمہ قرض تھا، کہنے لگے: یا اللہ! تو نے رہن اس لئے مشروع کیا ہے کہ قرض خواہوں کو اطمینان رہے، اس وقت تو ان لوگوں کے اطمینان کو بلا رہا ہے، یعنی ان کو میرے وجود سے اطمینان تھا اب میں جارہا ہوں، ان کا قرض ادا کر! اُسی وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہنے لگا کہ:

احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں اور سب قرضہ گن کر ادا کر گیا، اور اُن کی رُوح نکل گئی۔

ایک بزرگ کا انتقال ہونے لگا تو اپنے خادم سے کہا کہ: میرے دونوں ہاتھ باندھ دے اور میرا منہ زمین پر رکھ دے، اس کے بعد کہنے لگے کہ: کوچ کا وقت آ گیا، نہ تو میں گناہوں سے بری ہوں، نہ میرے پاس کوئی عذر ہے جو معذرت پیش کردوں، نہ کوئی طاقت ہے جس سے مدد چاہوں، بس میرے لئے تو تُو ہی ہے! میرے لئے تو تُو ہی ہے! یہی کہتے کہتے ایک چیخ ماری اور انتقال ہوگیا، غیب سے آواز آئی کہ اس بندہ نے اپنے مولیٰ کے سامنے عاجزی کی، اُس نے قبول کرلیا۔

ایک شخص کہتے ہیں کہ ایک فقیر نزع کی حالت میں سسک رہا تھا، مکھیاں اُس کے منہ پر کثرت سے بیٹھ رہی تھیں، مجھے ترس آیا، میں اُس کے پاس بیٹھ کر مکھیاں اُڑانے لگا، اُس نے آنکھ کھول دی اور کہنے لگا کہ: برسوں سے خاص وقت کی کوشش میں لگا ہوا تھا، ساری عمر میں کوشش پر بھی نصیب نہ ہوا، اب ملا تو تُو آ کر بیچ میں گھس گیا، جا اپنا کام کر اللہ تیرا بھلا کرے۔ ابوبکر رقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں ابوبکر زقاقؒ کے پاس صبح کے بعد موجود تھا، وہ کہہ رہے تھے: یا اللہ! مجھے اس دنیا میں کب تک ڈالے رکھے گا؟! ظہر کا وقت بھی نہ آنے پایا تھا کہ ان کا وصال ہوگیا۔ حضرت مکحول شامی رحمۃ اللہ علیہ بیمار تھے، ایک شخص اُن کے پاس گئے اور کہنے لگے: حق

تعالیٰ شانہ آپ کو صحت عطا فرمائے! کہنے لگے: ہرگز نہیں! ایسی ذات کے پاس جانا جس سے خیر ہی کی اُمید ہے ایسے لوگوں کے پاس رہنے سے بہتر ہے جن کی برائی سے کسی وقت بھی اطمینان نہیں ہے۔

ابوعلی روذباری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ایک فقیر میرے پاس عید کے دن آیا، بہت خستہ حال، پرانے کپڑے، کہنے لگا: یہاں کوئی پاک صاف جگہ ایسی ہے جہاں کوئی غریب فقیر مرجائے؟ میں نے لاپروائی سے لغو سمجھ کر کہہ دیا کہ: اندر آجا اور جہاں چاہے پڑ کے مرجا! وہ اندر آیا، وضو کی، چند رکعات نماز پڑھی اور لیٹ کر مرگیا، میں نے اُس کی تجہیز و تکفین کی اور جب دفن کرنے لگا تو مجھے یہ خیال آیا کہ اس کے منہ پر سے کفن ہٹا کر اُس کا منہ زمین پر رکھ دوں تاکہ حق تعالیٰ شانہ اُس کی غربت پر رحم فرمائے، میں نے اُس کا منہ کھولا، اُس نے آنکھیں کھول دیں، میں نے پوچھا: میرے سردار! کیا موت کے بعد بھی زندگی ہے؟ کہنے لگا کہ: میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے، میں کل قیامت میں اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں گا۔

علی بن سہل اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے: کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں بھی اُسی طرح مروں گا جس طرح لوگ مرتے ہیں، بیماری عیادت (سو دھندے ہوجاتے ہیں)، میں تو اس طرح مروں گا کہ مجھے کہا جائے گا: اے علی! اور میں چل دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ایک دن کہیں

چلے جارہے تھے، چلتے چلتے کہنے لگے: لبیک! (حاضر ہوں) اور مر گئے۔
ابوالحسن مزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ابویعقوب نہرجوریؒ کا جب انتقال ہونے لگا، نزع کے وقت میں لا الٰہ الا اللہ تلقین کیا تو میری طرف دیکھ کر ہنسے اور کہنے لگے: مجھے تلقین کرتے ہو؟ اُس ذات کی عزت کی قسم جس کو کبھی موت نہیں آئے گی! میرے اور اس کے درمیان صرف اُس کی بڑائی اور عزت کا پردہ ہے، اور بس یہ کہتے ہی رُوح پرواز کرگئی۔ مزنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ڈاڑھی پکڑ کر کہتے تھے کہ مجھ جیسا حجام بھلا اولیاء کو تلقین کرے، کیسی غیرت کی بات ہے! اور جب اس واقعہ کو ذکر کرتے تو رویا کرتے۔

ابوالحسین مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں حضرت خیرنورباف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کئی سال رہا، اُنہوں نے اپنے انتقال سے آٹھ یوم پہلے کہا کہ: میں جمعرات کی شام کو مغرب کے وقت مروں گا، اور جمعہ کی نماز کے بعد دفن کیا جاؤں گا، بھول نہ جانا۔ لیکن میں بالکل بھول گیا، جمعہ کی صبح کو ایک شخص نے مجھے ان کے انتقال کی خبر سنائی، میں فوراً گیا کہ جنازہ میں شرکت کروں، راستہ میں لوگ ملے جو اُن کے گھر سے واپس آرہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جمعہ کے بعد دفن ہوں گے، مگر میں اُن کے گھر پہنچ گیا، میں نے وہاں جاکر اُن کے انتقال کی کیفیت پوچھی تو مجھ سے ایک شخص نے جو انتقال کے وقت اُن کے پاس موجود تھا بتایا کہ رات مغرب کی نماز کے قریب اُن کو غشی سی ہوئی، اس کے بعد ذرا افاقہ سا ہوا تو

گھر کے ایک کونہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگے کہ: تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ تمہیں بھی ایک کام کا حکم ہے اور مجھے بھی ایک کام کا حکم ہے، لیکن تمہیں جس کام کا حکم ہے وہ تو فوت نہیں ہوگا اور مجھے جس کام کا حکم ہے وہ رہ جائے گا، اس لئے تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ میں اُس کو پورا کرلوں جس کا مجھے حکم ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے پانی منگایا، تازہ وضو کیا، نماز پڑھی اور اس کے بعد آنکھیں بند کر کے پاؤں پسار کر لیٹ گئے اور چل دیئے۔ کسی نے ان کو خواب میں دیکھا، پوچھا: کیا حال ہے؟ کہنے لگے: بس یہ نہ پوچھ! تمہاری سڑی ہوئی بدبودار دنیا سے خلاصی مل گئی۔ ابوسعید خزاز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں تھا، باب بنی شیبہ سے نکل رہا تھا، دروازہ سے باہر میں نے ایک نہایت خوبصورت آدمی کو مرے ہوئے پڑا دیکھا، میں جو اُس کو غور سے دیکھنے لگا تو وہ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا اور کہنے لگا: ابوسعید! تمہیں معلوم نہیں کہ (محبت والے) دوست مرا نہیں کرتے، ایک عالَم سے دوسرے عالَم میں منتقل ہوجاتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا جب وصال ہونے لگا تو کسی نے اُن سے عرض کیا کہ: کچھ وصیت فرمادیجئے! فرمانے لگے کہ: میں اُس کی مہربانی کے کرشموں میں متعجب ہو رہا ہوں، اِس وقت مجھے مشغول نہ کرو!

ابو عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: جب ابوحفصؒ کا انتقال ہونے لگا تو کسی نے پوچھا کہ: کوئی وصیت فرمادیجئے! فرمانے لگے کہ: مجھ

میں بولنے کی طاقت نہیں! اس کے بعد ذرا قوت سی معلوم ہوئی تو میں نے کہا: اب فرمادیجئے! میں لوگوں تک پہنچادوں گا۔ فرمانے لگے کہ: اپنی کوتاہی پر پورے دل سے انکسار اور عاجزی ہو (بس یہ میری آخری وصیت ہے)۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہونے لگا، نزع کی حالت تھی، میں سرہانے بیٹھا تھا، میں نے اپنا منہ اُن کے منہ پر رکھ دیا، میری آنکھ سے آنسو جاری تھے، میرا آنسو اُن کے رخسار پر گرا، فرمانے لگے: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ کا خادم جنید ہے! فرمانے لگے: مرحبا! (بہت اچھا کیا آئے) میں نے عرض کیا: کوئی آخری وصیت فرمادیجئے! فرمانے لگے کہ: بروں کی صحبت سے اپنے کو بچانا اور ایسا نہ ہو کہ غیروں کی صحبت اللہ تعالیٰ شانہ سے تجھے جدا کردے!

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ (جو مشہور اکابر صوفیاء میں ہیں) انتقال کے وقت بہت ہی گھبرا رہے تھے، کسی نے عرض کیا کہ: آپ جیسے بزرگ سے یہ گھبراہٹ بعید ہے، اس سے پہلے تو ایسا حال آپ کا نہ ہوتا تھا (یعنی اتنی گھبراہٹ کسی بات سے بھی محسوس نہ ہوتی تھی)۔ فرمانے لگے: سفر بہت لمبا ہے توشہ پاس نہیں ہے، کبھی اس سے پہلے اس کا راستہ دیکھا نہیں، آقا اور سردار کی زیارت کرنی ہے، کبھی اس سے پہلے زیارت نہیں کی، ایسے خوفناک مناظر دیکھنے ہیں جو پہلے کبھی نہیں دیکھے، مٹی کے نیچے تنہا قیامت تک پڑے رہنا ہے، کوئی مونس پاس نہ ہوگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ

شانہ کے حضور میں کھڑا ہونا ہے، مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر وہاں یہ سوال ہوگیا کہ حبیب! ساٹھ برس میں ایک تسبیح ایسی پیش کردے جس میں شیطان کا کوئی دخل نہ ہو، تو کیا جواب دوں گا؟ اور یہ حال اس پر تھا کہ ساٹھ برس کی زندگی میں دنیا سے ذرا سا بھی لگاؤ نہیں تھا، پھر ہم جیسوں کا کیا حال ہوگا؟ جو کسی وقت بھی دنیا تو درکنار گناہوں سے بھی خالی نہیں ہوتے، ہر وقت شیطان ہی کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں حضرت فتح بن شخرفؒ کی خدمت میں تیس برس رہا، اُنہوں نے کبھی آسمان کی طرف منہ نہیں اُٹھایا، اس کے بعد ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا اور کہنے لگے: اب تو آپ کا اشتیاق بہت ہی بڑھ گیا، اب جلدی ہی بلا لیجئے! اس کے بعد ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ انتقال فرما گئے۔

ابوسعید موصلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فتح بن سعیدؒ عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ کر عیدگاہ سے دیر میں واپس ہوئے، واپسی میں دیکھا کہ مکانوں کے اندر سے قربانی کے گوشت پکنے کا دھواں ہر طرف سے نکل رہا ہے، تو رونے لگے اور کہنے لگے کہ: لوگوں نے قربانیوں سے آپ کا تقرّب حاصل کیا، میرے محبوب کاش! مجھے معلوم ہوجاتا کہ میں قربانی کس چیز کی کروں؟ یہ کہہ کر بیہوش ہوکر گر گئے، میں نے پانی چھڑکا، دیر میں ہوش آیا، پھر اُٹھ کر چلے، جب شہر کی گلیوں میں پہنچے تو پھر آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر کہنے لگے کہ: میرے محبوب! تجھے میرے رنج وغم کا طویل ہونا بھی معلوم ہے اور میرا

یہ گلی گلی پھرنا بھی تجھے معلوم ہے، میرے محبوب! تو مجھے یہاں کب تک قید رکھے گا؟ یہ کہہ کر پھر بیہوش ہوکر گر گئے، میں نے پھر پانی چھڑکا، پھر افاقہ ہوگیا، اور چند روز بعد انتقال ہوگیا۔

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: مجھ سے میرے شیخ محمد بن اسلم طوسیؒ نے انتقال سے چار دن پہلے فرمایا کہ: آؤ تمہیں خوشخبری سناؤں! کہ تمہارے ساتھی کے (یعنی میرے) ساتھ حق تعالیٰ شانہ نے کس قدر احسان کیا کہ میری موت کا وقت آگیا اور اللہ تعالیٰ شانہ کا مجھ پر یہ احسان ہے کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے جس کا حساب دینا پڑے، اب مکان کے کواڑ بند کردو اور میرے مرنے تک کسی کو میرے پاس آنے کی اجازت نہ دینا، اور یہ سن لو کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جس میں میراث تقسیم ہو، بجز اس چادر کے اور اس ٹاٹ کے اور اس وضو کے لوٹے کے اور میری کتابوں کے، اور اس تھیلی میں تیس درہم ہیں، یہ میرے نہیں ہیں بلکہ میرے بیٹے کے ہیں، اُس کے ایک رشتہ دار نے اس کو دیئے ہیں، اور اس سے زیادہ حلال چیز میرے لئے کیا ہوگی جبکہ حضور ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ: تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے (لہٰذا یہ بیٹے کا مال ہونے کی وجہ سے اس حدیث شریف کی بناء پر مجھے حلال ہے)، اس میں سے میرے کفن کی اتنی مقدار خرید لینا جس سے میرا ستر ڈھک جائے اور اس سے زیادہ اس میں سے نہ لینا، یعنی صرف لنگی اس میں سے خرید لینا اور یہ ٹاٹ اور یہ

چادر کفن میں شامل کرلینا، کفن کے تین کپڑے پورے ہوجائیں گے، لنگی، چادر اور تیسرا ٹاٹ ہوجائے گا، ان تینوں چیزوں میں مجھے لپیٹ دینا اور یہ وضو کا لوٹا، کسی نمازی فقیر کو صدقہ کردینا کہ وہ وضو کرلیا کرے گا۔ یہ سب فرما کر چوتھے دن انتقال ہوگیا۔

ابوعبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں یوسف بن حسینؒ کے پاس نزع کی حالت میں تھا، وہ کہہ رہے تھے: اے اللہ! میں ظاہر میں لوگوں کو نصیحت کرتا رہا اور باطن میں اپنے نفس کے ساتھ کھوٹا پن کرتا رہا، میں نے اپنے نفس کے ساتھ جو کھوٹ کیا اُس کو اُس کے بدلہ میں کہ تیری مخلوق کو نصیحت کرتا رہا، معاف کردے! یہی کہتے کہتے جان نکل گئی، رحمهم اللہ تعالیٰ رحمةً واسعةً۔(۱)

کس قدر خوش قسمت تھے یہ مرنے والے! حق تعالیٰ شانہ ان کی برکات سے اس ناپاک کو بھی کوئی حصہ عطا فرمادے کہ وہ بڑا کریم ہے، اس کے کرم سے کوئی چیز بھی بعید نہیں۔

---

(۱) اتحاف۔

وضاحت از ناشر

کتاب ''موت کی یاد'' اب تک ہند و پاک میں جو شائع ہوئی ہے، اس میں درج ذیل ہارون رشید کے لڑکے کا واقعہ موجود نہیں تھا، بعد میں حضرت قدس سرہٗ کے ایک عقیدت مند نے توجہ دلائی کہ حضرت کی یہ خواہش تھی کہ یہ واقعہ بھی اسی کتاب میں شامل کیا جائے، لہٰذا اب حضرت کی خواہش کے مطابق حضرت کی کتاب ''فضائلِ صدقات'' حصہ دوم ص: ۵۴۳ تا ۵۴۷ سے نقل کرکے اس واقعہ کا اضافہ کر رہے ہیں۔

۱۴۱۲/۳/۹ھ

ہارون رشید کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تقریباً سولہ سال کی تھی، وہ بہت کثرت سے زاہدوں اور بزرگوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا، اور اکثر قبرستان چلا جاتا، وہاں جا کر کہتا کہ: تم لوگ ہم سے پہلے دنیا میں تھے، دنیا کے مالک تھے، لیکن اس دنیا نے تمہیں نجات نہ دی حتیٰ کہ تم قبروں میں پہنچ گئے، کاش! مجھے کسی طرح خبر ہوتی کہ تم پر کیا گزر رہی ہے اور تم سے کیا کیا سوال و جواب ہوئے ہیں۔ اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتا:

تَرُوْعُنِی الْجَنَائِزُ کُلَّ یَوْمٍ ۔۔۔ وَیُحْزِنُنِیْ بُکَاءُ النَّائِحَاتِ

”مجھے جنازے ہر دن ڈراتے ہیں، اور مرنے والوں پر رونے والیوں کی آوازیں مجھے غمگین کرتی ہیں۔“

ایک دن وہ اپنے باپ (بادشاہ) کی مجلس میں آیا اس کے پاس وزراء، امراء سب جمع تھے، اور لڑکے کے بدن پر ایک کپڑا معمولی اور سر پر ایک لنگی بندھی ہوئی تھی، اراکینِ سلطنت آپس میں کہنے لگے کہ اس پاگل لڑکے کی حرکتوں نے امیرالمؤمنین کو بھی دوسرے بادشاہوں کی نگاہ میں ذلیل کردیا، اگر امیرالمؤمنین اس کو تنبیہ کریں تو شاید یہ اپنی حالت سے باز آجائے۔ امیرالمؤمنین نے یہ بات سن کر اس سے کہا کہ: بیٹا! تو نے مجھے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کر رکھا ہے۔ اس نے یہ بات سن کر باپ کو تو کوئی جواب نہیں دیا، لیکن ایک پرند وہاں بیٹھا تھا اس کو کہا کہ اُس ذات کا واسطہ جس نے تجھے پیدا کیا تو میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ جا! وہ پرند وہاں سے اُڑکر اس کے ہاتھ پر آکر بیٹھ گیا، پھر کہا کہ: اب اپنی جگہ چلا جا! وہ ہاتھ پر سے اُڑکر اپنی جگہ چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا کہ: ابا جان! اصل میں آپ دنیا سے جو محبت کر رہے ہیں اُس نے مجھے رُسوا کر رکھا ہے، اب میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ آپ سے جدائی اختیار کرلوں! یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور ایک قرآن شریف صرف اپنے ساتھ لیا، چلتے ہوئے ماں نے ایک بہت قیمتی انگوٹھی بھی اس کو دے دی (کہ احتیاج کے وقت اس کو فروخت کرکے کام میں لائے)، وہ یہاں سے چل کر بصرہ پہنچ گیا، اور

مزدوروں میں کام کرنے لگا، ہفتہ میں صرف ایک دن شنبہ کو مزدوری کرتا اور آٹھ دن تک وہ مزدوری کے پیسے خرچ کرتا، اور آٹھویں دن پھر شنبہ کو مزدوری کرلیتا، اور ایک درم اور ایک دانق (یعنی درم کا چھٹا حصہ) مزدوری لیتا، اس سے کم یا زیادہ نہ لیتا، ایک دانق روزانہ خرچ کرتا۔ ابوعامر بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میری ایک دیوار گرگئی تھی، اس کو بنوانے کے لئے میں کسی معمار کی تلاش میں نکلا (کسی نے بتایا ہوگا کہ یہ شخص بھی تعمیر کا کام کرتا ہے) میں نے دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا بیٹھا ہے، ایک زنبیل پاس رکھی ہے اور قرآن شریف دیکھ کر پڑھ رہا ہے، میں نے اس سے پوچھا کہ: لڑکے مزدوری کروگے؟ کہنے لگا: کیوں نہیں کریں گے، مزدوری کے لئے تو پیدا ہی ہوئے ہیں، آپ بتائیں کیا خدمت مجھ سے لینی ہے؟ میں نے کہا: گارے مٹی (تعمیر) کا کام لینا ہے! اس نے کہا کہ: ایک درم اور ایک دانق مزدوری ہوگی، اور نماز کے اوقات میں کام نہیں کروں گا، مجھے نماز کے لئے جانا ہوگا۔ میں نے اس کی دونوں شرطیں منظور کرلیں اور اس کو لاکر کام پر لگادیا، مغرب کے وقت جب میں نے دیکھا تو اس نے دس آدمیوں کی بقدر کام کیا، میں نے اس کو مزدوری میں دو درم دیئے، اس نے شرط سے زائد لینے سے انکار کردیا، اور ایک درم اور ایک دانق لے کر چلا گیا، دوسرے دن میں پھر اس کی تلاش میں نکلا وہ مجھے کہیں نہ ملا، میں نے لوگوں سے تحقیق کیا کہ ایسی ایسی صورت کا ایک لڑکا مزدوری کیا کرتا ہے کسی

کومعلوم ہے کہ وہ کہاں ملے گا؟ لوگوں نے بتایا کہ: وہ صرف شنبہ ہی کے دن مزدوری کرتا ہے، اس سے پہلے تمہیں کہیں نہیں ملے گا۔ مجھے اس کے کام کو دیکھ کر کچھ ایسی رغبت ہوئی کہ میں نے آٹھ دن کو اپنی تعمیر بند کردی، اور شنبہ کے دن اس کی تلاش میں نکلا، وہ اسی طرح بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھتا ہوا ملا، میں نے سلام کیا اور مزدوری کرنے کو پوچھا، اس نے وہی پہلی دوشرطیں بیان کیں، میں نے منظور کرلیں، وہ میرے ساتھ آ کر کام میں لگ گیا، مجھے اس پر حیرت ہو رہی تھی کہ پچھلے شنبہ کو اس اکیلے نے دس آدمیوں کا کام کس طرح کرلیا، اس لئے اس مرتبہ میں نے ایسی طرح چھپ کر کہ وہ مجھے نہ دیکھے اس کے کام کرنے کا طریق دیکھا، تو یہ منظر دیکھا کہ وہ ہاتھ میں گارا لے کر دیوار پر ڈالتا ہے اور پتھر اپنے آپ ہی ایک دوسرے کے ساتھ جڑتے چلے جاتے ہیں، مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے اور اللہ کے اولیاء کے کاموں کی غیب سے مدد ہوتی ہے، جب شام ہوئی تو میں نے اس کو تین درم دینا چاہے، اُس نے لینے سے انکار کردیا کہ میں اتنے درم کیا کروں گا؟ اور ایک درم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ میں نے ایک ہفتہ پھر انتظار کیا اور تیسرے شنبہ کو پھر میں اس کی تلاش میں نکلا، مگر وہ مجھے نہ ملا، میں نے لوگوں سے تحقیق کیا، ایک شخص نے بتایا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے فلاں ویرانہ جنگل میں پڑا ہے، میں نے ایک شخص کو اجرت دے کر اس پر راضی کیا کہ وہ مجھے اس جنگل میں پہنچادے، وہ مجھے ساتھ لے کر اس

جنگل ویران میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ بے ہوش پڑا ہے، آدھی اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا ہوا ہے، میں نے اس کو سلام کیا، اس نے جواب نہ دیا، میں نے دوسری مرتبہ سلام کیا تو اس نے (آنکھ کھولی اور) مجھے پہچان لیا، میں نے جلدی سے اس کا سر اینٹ پر سے اُٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا، اس نے سر ہٹالیا اور چند شعر پڑھے جن میں سے دو یہ ہیں:

يَا صَاحِبِیْ لَا تَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمٍ فَالْعُمُرُ يَنْفَدُ وَالنَّعِيْمُ يَزُوْلُ

وَاِذَا حَمَلْتَ عَلَى الْقُبُوْرِ جَنَازَةً فَاعْلَمْ بِاَنَّکَ بَعْدَهَا مَحْمُوْلُ

''میرے دوست دنیا کی نعمتوں سے دھوکے میں نہ پڑ، عمر ختم ہوتی جارہی ہے اور یہ نعمتیں سب ختم ہوجائیں گی۔ جب تو کوئی جنازہ لے کر قبرستان میں جائے تو یہ سوچتا رہا کر کہ تیرا بھی ایک دن اسی طرح جنازہ اُٹھایا جائے گا۔''

اُس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ: ابوعامر! جب میری رُوح نکل جائے تو مجھے نہلا کر میرے اسی کپڑے میں مجھے کفن دے دینا۔ میں نے کہا: میرے محبوب! اس میں کیا حرج ہے کہ میں تیرے کفن کے لئے نئے کپڑے لے آؤں۔ اس نے جواب دیا کہ: نئے کپڑوں کے لئے زندہ زیادہ مستحق ہیں! (یہ جواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جواب ہے، انہوں نے بھی اپنے وصال کے وقت یہی فرمائش کی تھی کہ میری انہیں

چادروں میں کفن دے دینا، اور جب نئے کپڑے کی اجازت چاہی گئی تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا) لڑکے نے کہا کہ: کفن تو (پرانا ہو یا نیا بہرحال) بوسیدہ ہوجائے گا، آدمی کے ساتھ تو صرف اس کا عمل ہی رہتا ہے، اور یہ میری لنگی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دے دینا، اور یہ انگوٹھی اور قرآن شریف ہارون رشید تک پہنچادینا، اور اس کا خیال رکھنا کہ خود انہیں کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہہ دینا کہ ایک پردیسی لڑکے کی یہ میرے پاس امانت ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور دھوکے کی حالت میں آپ کی موت آجائے۔ یہ کہہ کر اس کی رُوح نکل گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شہزادہ تھا، اس کے انتقال کے بعد اس کی وصیت کے موافق میں نے اس کو دفن کردیا اور دونوں چیزیں گورکن کو دے دیں، اور قرآن پاک اور انگوٹھی لے کر بغداد پہنچا تو بادشاہ کی سواری نکل رہی تھی، میں ایک اُونچی جگہ کھڑا ہوگیا، اوّل ایک بہت بڑا لشکر نکلا جس میں تقریباً ایک ہزار گھوڑے سوار تھے، اس کے بعد اسی طرح یکے بعد دیگرے دس لشکر نکلے، ہر ایک میں تقریباً ایک ہزار سوار تھے، دسویں جتھے میں خود امیرالمؤمنین بھی تھے، میں نے زور سے آواز دے کر کہا کہ: اے امیرالمؤمنین! آپ کو حضورِ اقدس ﷺ کی قرابت رشتہ داری کا واسطہ ذرا سا توقف کرلیجئے۔ میری آواز پر انہوں نے مجھے دیکھا تو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا کہ: میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی یہ امانت ہے

جس نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچادوں۔ بادشاہ نے ان کو دیکھ کر (پہچان لیا) تھوڑی دیر سر جھکایا، ان کی آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے اور ایک دربان سے کہا کہ: اس آدمی کو اپنے ساتھ رکھو، جب میں واپسی پر بلاؤں تو میرے پاس پہنچادینا، جب وہ واپسی پر مکان پر پہنچے تو محل کے پردے گرواکر دربان سے فرمایا: اس شخص کو بلاکر لاؤ، اگرچہ وہ میرا غم تازہ ہی کرے گا! دربان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: امیرالمؤمنین نے بلایا ہے اور اس کا خیال رکھنا کہ امیر پر صدمہ کا بہت اثر ہے، اگر تم دس باتیں کرنا چاہتے ہو تو پانچ ہی پر اکتفا کرنا۔ یہ کہہ کر وہ مجھے امیر کے پاس لے گیا، اس وقت امیر بالکل تنہا بیٹھے تھے، مجھ سے فرمایا کہ: میرے قریب آجاؤ، میں قریب جاکر بیٹھ گیا، کہنے لگے کہ: تم میرے اس بیٹے کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! میں ان کو جانتا ہوں۔ کہنے لگے کہ: وہ کیا کام کرتا تھا؟ میں نے کہا: گارے مٹی کی مزدوری کرتے تھے! کہنے لگے: تم نے بھی مزدوری پر کوئی کام اس سے کرایا ہے؟ میں نے کہا: کرایا ہے! کہنے لگے: تمہیں اس کا خیال نہ آیا کہ اس کی حضورِ اقدس ﷺ سے قرابت تھی (کہ یہ حضرات حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں)۔ میں نے کہا: امیرالمؤمنین! پہلے اللہ جل شانہ سے معذرت چاہتا ہوں اس کے بعد آپ سے عذرخواہ ہوں، مجھے اس وقت اس کا علم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہیں؟ مجھے انتقال کے وقت ان کا حال معلوم ہوا۔ کہنے لگے کہ: تم نے اپنے ہاتھ

سے اس کو غسل دیا؟ میں نے کہا کہ: جی ہاں! کہنے لگے: اپنا ہاتھ لاؤ! میرا ہاتھ لے کر اپنے سینہ پر رکھا اور چند شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اے وہ مسافر جس پر میرا دل پگھل رہا ہے اور میری آنکھیں اس پر آنسو بہا رہی ہیں، اے وہ شخص! جس کا مکان (قبر) دور ہے لیکن اس کا غم میرے قریب ہے، بے شک موت ہر اچھے سے اچھے عیش کو مکدر کر دیتی ہے، وہ مسافر ایک چاند کا ٹکڑا تھا (یعنی اس کا چہرہ) جو خالص چاندی کی ٹہنی پر تھا (یعنی اس کے بدن پر) پس چاند کا ٹکڑا بھی قبر میں پہنچ گیا، اور چاندی کی ٹہنی بھی قبر میں پہنچ گئی۔''

اس کے بعد ہارون رشید نے بصرہ میں اس کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا، ابو عامرؒ ساتھ تھے، اس کی قبر پر پہنچ کر ہارون رشید نے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے: اے مسافر جو اپنے سفر سے کبھی بھی نہ لوٹے گا، موت نے کم عمری کے ہی زمانہ میں اس کو جلدی سے اُچک لیا، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! تو میرے لئے اُنس اور دل کا چین تھا، لمبی راتوں میں بھی اور مختصر راتوں میں بھی، تو نے موت کا وہ پیالہ پیا ہے جس کو عنقریب تیرا بوڑھا باپ بڑھاپے کی حالت میں پئے گا، بلکہ دنیا کا ہر آدمی اس کو پئے گا، چاہے وہ جنگل کا رہنے والا ہو یا شہر کا رہنے والا ہو، پس سب تعریفیں اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے ہیں جس کی لکھی ہوئی تقدیر کے یہ کرشمے ہیں۔
ابو عامرؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جو رات آئی تو جب میں اپنے وظائف

پورے کر کے لیٹا ہی تھا کہ میں نے خواب میں ایک نور کا قبہ دیکھا جس کے اوپر اَبر کی طرح نور ہی نور پھیل رہا ہے، اس نور کے اَبر میں سے اس لڑکے نے مجھے آواز دے کر کہا: ابوعامر! تمہیں حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائے (تم نے میری تجہیز و تکفین کی اور میری وصیت پوری کی)۔ میں نے اس سے پوچھا کہ: میرے پیارے! تیرا کیا حال گزرا؟ کہنے لگا کہ: میں ایسے مولیٰ کی طرف پہنچا ہوں جو بہت کریم ہے اور مجھ سے بہت راضی ہے، مجھے اس مالک نے وہ چیزیں عطا کیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سنیں، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا، (ایک حدیثِ پاک کا مضمون ہے، حضورِ اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ جل جلالہٗ کا پاک ارشاد ہے کہ: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھیں، نہ کان نے سنیں، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ: حق تعالیٰ شانہ نے ان لوگوں کے لئے جن کے پہلو رات کو خوابگاہوں سے دور رہتے ہیں (یعنی تہجد گزاروں کے لئے) وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا، نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے، نہ کوئی نبی رسول جانتا ہے، اور یہ مضمون قرآن پاک میں بھی ہے: "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ

مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ...'' (سجدہ:۱۷) کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانۂ غیب میں موجود ہے (درِ منثور)۔ اس کے بعد اس لڑکے نے کہا کہ: حق تعالیٰ شانہ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ: جو بھی دنیا سے اس طرح نکل آئے جیسا میں نکل آیا اس کے لئے یہی اعزاز و اکرام ہیں جو میرے لئے ہوئے۔

صاحبِ روض کہتے ہیں کہ: یہ سارا قصہ مجھے اور طریقہ سے بھی پہنچا ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ: کسی شخص نے ہارون رشید سے اس لڑکے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ: میرے بادشاہ ہونے سے پہلے یہ لڑکا پیدا ہوا تھا، بہت اچھی تربیت پائی تھی، قرآن پاک بھی پڑھا تھا اور علوم بھی پڑھے تھے، جب میں بادشاہ بن گیا تو یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا تھا، میری دنیا سے اس نے کوئی راحت نہ اُٹھائی، چلتے وقت میں نے ہی اس کی ماں سے کہا تھا کہ اس کو یہ انگوٹھی دے دے، اس انگوٹھی کا یاقوت بہت قیمتی تھا، مگر یہ اس کو بھی کام میں نہ لایا، مرتے وقت واپس کر گیا، یہ لڑکا اپنی والدہ کا فرمانبردار تھا۔ (روض)

"قصیدہ[۱]" موت کی یاد میں

جو اِس رسالہ کا اصل محرّک ہے

ضَیَّعْتَ عُمْرَکَ یَا مَغْرُوْرُ فِیْ غَفَلٍ
قُمْ لِلتَّلَافِیْ فَاَنْتَ الْیَوْمَ فِیْ مَهَلٍ

"اے فریب خوردہ! تو نے غفلت میں عمر برباد کردی!
اُٹھ کچھ تلافی کر کہ آج بھی تجھے مہلت نصیب ہے۔"

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِمَّا فَاتَ مِنْ زَمَنٍ
وَانْدَمْ بِتَوْبٍ عَلٰی اَیَّامِکَ الْاَوَّلِ

"جو وقت ہاتھ سے نکل گیا اُس پر آنسو بہا، اور
اپنی گزشتہ زندگی پر شرما کر توبہ کر۔"

بَادِرْ اِلٰی صَالِحِ الْاَعْمَالِ مُجْتَهِدًا
فَالنُّجْحُ فِی الْجُهْدِ وَالْحِرْمَانُ فِی الْکَسَلِ

"کمرِ ہمت باندھ کر اعمالِ صالحہ کی جانب سبقت
کر، کیونکہ محنت میں کامیابی ہے اور کسلمندی کا انجام
محرومی ہے۔"

کُنْ لَا مَحَالَةَ فِی الدُّنْیَا کَمُغْتَرِبٍ
عَلٰی رَحِیْلٍ دَنٰی اَوْ عَابِرِ السُّبُلِ

"دنیا میں ایسا رہ گویا تو سفر کے لئے پابرکاب
ہے، بلکہ راستہ سے گزر رہا ہے۔"

دَارُ الْــخُــلُــوْدِ مَــقَــامًا دَارُ آخِـرَةٍ
اِنَّ الْاِقَــامَةَ فِــی الــدُّنْیَــا اِلٰـی اَجَـلٖ

''ہمیشہ کی اقامت گاہ تو صرف آخرت ہے، دنیا میں قیام تو صرف میعاد مقرر تک ہے۔''

وَكُـلُّ مَـنْ حَـلَّ فِــی الـدُّنْیَــا فَـمُـرْتَحِلٌ
یَـوْمًـــا لِـمَـنْـزِلِـهٖ فِیْ اِثْـرِ مُـرْتَـحِـلٖ

''دنیا میں جتنے لوگ آئے اُنہیں یکے بعد دیگرے اپنی منزل کی طرف کوچ کرنا ہے۔''

هَـــلَّا اعْتَبَـرْتَ فَـكَـمْ حَلُّوْ وَكَمْ رَحَلُوْا
وَاِنَّــمَـــا الـنَّـــاسُ فِیْ حَـلٍّ وَمُـرْتَـحَـلٖ

''یہاں کتنے آئے اور کتنے چلے گئے، مگر تجھ کو کچھ بھی عبرت نہ ہوئی، اور یہاں تو جو بھی آیا کوچ کرنے کو آیا۔''

اِذَا تَـــجَهَّـــمَ اَمْـــرٌ لَا مَـــرَدَّ لَـــهُ
لَـمْ یُغْـنِ عَـنْـكَ اقْتِـنَـاءُ الْمَالِ وَالْخَوَلٖ

''جب تجھے وہ حادثہ (موت) پیش آئے گا جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا تو مال و دولت اور حشم و خدم تجھے کچھ بھی کام نہ آئیں گے۔''

یَــقُــوْمُ عَـنْـكَ الْاَطِبَّـاءُ وَالـصَّــدِیْـقُ اِذَا
وَقَـدْ طَـوَوْا صُــحُفَ الـتَّـدْبِیْــرِ وَالْـحِیَلٖ

''اُس وقت حکیم ڈاکٹر اور دوست احباب (تجھے بچانے کی) ساری تدبیریں ختم کرکے تیرے پاس سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔''

فَیُدْرِجُوْنَکَ فِی الْاَکْفَانِ مُنْتَزِعًا
عَنْکَ الثِّیَابُ مِنَ الْاَبْرَادِ وَالْحُلَلِ

''تیرے جسم سے لباسِ فاخرہ اُتار کر تجھے کفن کی چادروں میں لپیٹ دیں گے۔''

وَیُوْدِعُوْنَکَ تَحْتَ الْاَرْضِ مُنْفَرِدًا
وَیَتْرُکُوْنَکَ مَحْجُوْبًا مِنَ الْمُقَلِ

''تجھے زمین کی تہ میں تنہا چھوڑ دیں گے اور نظروں سے اوجھل کردیں گے۔''

وَقَائِلٌ مِّنْهُمْ: قَدْ کَانَ خَیْرَ اَبٍ
وَقَائِلٌ مِّنْهُمْ: قَدْ کَانَ خَیْرَ وَلِیّ

''کوئی کہے گا: بڑا اچھا باپ تھا! کوئی کہے گا: بڑا اچھا دوست تھا!''

وَقَائِلٌ: قَدْ حَبَاهُ اللّٰهُ مَغْفِرَۃً
وَقَائِلٌ: طَابَ فِی الدُّنْیَا مِنَ الرَّجُلِ

''کوئی کہے گا: اللہ مغفرت فرمائے! کوئی کہے گا: دنیا میں بڑی اچھی زندگی گزار گیا!''

فَبَعْدَ ذٰلِکَ لَا یَدْرُوْنَ مَا فَقَدُوْا
وَهَمُّهُمْ فِی اقْتِسَامِ الْاِرْثِ بِالْجَدَلِ

''اور اس (زبانی جمع خرچ) کے بعد انہیں یہ بھی خبر نہ ہوگی کہ کون چلا گیا؟ ان کی ساری توجہ میراث کی تقسیم میں لڑنے مرنے پر لگی ہوگی۔''

وَبَعْضُهُمْ مَعَ بَعْضٍ فِیْ مُخَاصَمَةٍ
وَاِنَّهُمْ لَبَیْنَ مَنْصُوْرٍ وَّمُنْخَذَلٍ

''وہ ایک دوسرے سے خصومت اور مقدمہ بازی کریں گے، اور پھر کوئی جیت گیا، کوئی ہار گیا۔''

وَیَأْخُذُوْنَ قَرِیْبًا فِیْ مَعَایِشِهِمْ
لَا یَذْکُرُوْنَکَ فِیْ خَلْوٍ وَمُحْتَفِلٍ

''اور پھر بہت جلد پیٹ کے دھندے میں لگ جائیں گے، وہ تجھے خلوت و جلوت میں کبھی یاد نہیں کریں گے۔''

یَـأَیُّهَا الْغِرُّ لَا تَغْرُرْکَ صُحْبَتُهُمْ
خَیْرُ الْمُصَاحِبِ عِنْدِیْ صَالِحُ الْعَمَلِ

''ارے دھوکے میں پڑے ہوئے! ان کی مصاحبت سے دھوکا نہ کھا، سب سے اچھا مصاحب نیک عمل ہے۔''

فِیْمَ التَّغَافُلُ وَالْاَیَّامُ دَائِرَةٌ
فِیْمَ التَّکَاسُلُ وَالْاَحْوَالُ فِیْ حِوَلٍ

''دن گزر رہے ہیں، آخر یہ غفلت کیوں ہے؟
حالات بدل رہے ہیں تو پھر سستی اور کسلمندی کیسی؟''

فِيمَ الْعَوِيلُ لَدٰى دَارٍ خَلَتْ وَعَفَتْ
فِيمَ الْبُكَاءُ عَلَى الْآثَارِ وَالطَّلَلِ

''ایسے گھر پر کیا رونا اور فریاد کرنا جو خالی ہوگیا اور جس کے نشان مٹ گئے اور یادگاروں اور کھنڈروں پر نوحہ و بکاء کیسا؟''

فِيمَ التَّصَابِي وَأَيَّامُ الصِّبَا غَبَرَتْ
فِيمَ النَّسِيبُ وَلَا إِبَّانَ لِلْغَزَلِ

''بچپن کا وقت گزر چکا، پھر یہ بچپنا کیسا؟ غزل گوئی کا وقت بیت گیا، پھر یہ شعر وشاعری کیسی؟''

وَكَيْفَ تَلْعَبُ وَالْخَمْسُونَ قَدْ كَمُلَتْ
وَكَيْفَ تَلْهُو وَنَارُ الشَّيْبِ فِيْ شُعَلٍ

''پچاس کی عمر ہوچکی، پھر کھیل کود کا کیا مطلب؟
بڑھاپے کی آگ بھڑک گئی، پھر اس کھیل تماشے کا کیا معنیٰ؟''

فَدَعْ ذِكْرَ لَيْلٰى وَلُبْنٰى وَازْدِيَارَهُمَا
ثُمَّ ارْتِحَالَهُمَا مِنْ هٰذِهِ الْحِلَلِ

''لیلیٰ ولبنیٰ، ان کے وصال اور ہجر و فراق کے تذکروں کو اب جانے دے!''

تِلْکَ الْغَوَانِیْ وَاِنْ اَخْلَصْنَ خُلَّتَهَا
وَاللّٰهِ! لَسْنَ بَرِیْئَاتٍ مِّنَ الدَّخَلِ

"یہ بتانِ بے وفا خواہ کتنا ہی خلوص و محبت جتائیں، مگر واللہ! یہ کھوٹ سے خالی نہیں۔"

حُبُّ الْحَبَائِبِ حِرْمَانٌ وَّمَنْدَمَةٌ
فَالْغَوْلُ عَاقِبَةٌ لِلشَّارِبِ الثَّمِلِ

"اِن نازنینوں کی محبت سراپا بدنصیبی و ندامت ہے، نشۂ شراب کا انجام بدمستی و مدہوشی کے سوا اور کیا ہے؟"

اِبْرَأْ اِلٰی کُلِّ حِبٍّ مِّنْ مَحَبَّتِهٖ
وَثِقْ بِحُبِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاتَّکِلِ

"ہر محبوب کی محبت سے دست بردار ہو کر حضرت رسول اللہ ﷺ سے رشتۂ اُلفت استوار کر اور اسی پر بھروسہ کر۔"

هُوَ الَّذِیْ حُبُّهٗ فَوْزٌ وَّمَکْرَمَةٌ
وَحُبُّهٗ آیَةُ الْاِیْمَانِ فَاکْتَمِلِ

"آپ ﷺ کی محبت کامیابی، عزت و کرامت اور علامتِ ایمان ہے، اس کی تکمیل کر!"

وَحُبُّهُ الْعُرْوَةُ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا
وَلَا انْفِصَامَ لِحَبْلٍ مِنْهُ مُتَّصِلِ

"اور آپ (ﷺ) کی محبت وہ مضبوط رسّی ہے جو

ٹوٹ نہیں سکتی، اور جو رشتہ آپ ﷺ سے وابستہ ہو وہ اَٹوٹ ہے۔"

یَـا حَبَّـذَا حُبُّــهُ اُنُــسٌ لِـمُـنْـفَـرِدٍ
ذُخْــرٌ لِــمُـدَّخِـرٍ زَادَ لِـمُـنْـتَـقِـلٖ

"سبحان اللہ! آپ (ﷺ) کی محبت انسان کے لئے سامانِ اُنسیت ہے، ذخیرہ اندوز کے لئے بہترین ذخیرہ اور عازمِ سفر کے لئے توشہ ہے۔"

اَلْـمَـرْءُ مَعَ مَنْ اَحَـبَّ اُشْـكُـرْ لِقَـائِلِـهٖ
وَذَاكَ وَعْـدٌ بِــلَا خُلْفٍ وَلَا خَـطَـلٖ

"اُس ذاتِ عالی کا احسان سمجھو جس نے فرمایا: آدمی اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کی، یہ قطعی وعدہ ہے جس میں کوئی دغدغہ نہیں۔"

اُحِبُّــهُ وَلِــذَا اَرْجُــوْ شَـفَــاعَـتَــهٗ
اِنَّ الْـمُـحِـبَّ مِـنَ الْـمَـحْبُوْبِ فِیْ اَمَلٖ

"مجھے آپ ﷺ سے محبت ہے، اسی بناء پر آپ ﷺ کی شفاعت کا اُمیدوار ہوں، محبّ کو محبوب سے اُمید ہوتی ہے۔"

سِیْنُ السَّــلَامِ لَهَـا الْاَسْـنَـانُ بَـاسِمَةٌ
فَـاَضْـحَکَ اللّٰهُ سِـنَّ السِّیْـنِ لِـلْـقُـبَلٖ

"سینِ "سلام" کے دانت کِھل رہے ہیں، اللہ

تعالیٰ اس سین کے دانتوں کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔"

شُغُلُ الصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ وَالسَّلَامِ کَفٰی
فَبَارَکَ اللّٰہُ لِیْ فِیْ ذٰلِکَ الشُّغُلِ

"آپ (ﷺ) پر درود و سلام بھیجنے کا شغل کافی ہے، اللہ تعالیٰ میرے اِس شغل میں برکت دے۔"

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی نَبِیِّکَ طٰہٰ سَیِّدِ الرُّسُلِ

"اے اللہ! ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ و سلام نازل فرما، اپنے نبی طٰہٰ، سیّدالمرسلین ﷺ پر۔"

قصیدہ[۲]

لَیْسَ الْغَرِیْبُ غَرِیْبَ الشَّامِ وَالْیَمَنِ
اِنَّ الْغَرِیْبَ غَرِیْبُ اللَّحْدِ وَالْکَفَنِ

"شام و یمن کا مسافر درحقیقت مسافر نہیں، البتہ گور و کفن کا مسافر واقعۃً مسافر ہے۔"

لَا تَنْھَرَنَّ غَرِیْبًا حَالَ غُرْبَتِہٖ
اَلدَّھْرُ یَنْھَرُہٗ بِالذُّلِّ وَالْمِحَنِ

"کسی اجنبی کو بحالتِ غربت ہرگز نہ جھڑکو، زمانہ نے اُسے ذلت و مشقت کے ساتھ خود ہی جھڑک رکھا ہے۔"

إِنَّ الْغَرِيْبَ لَهُ حَقٌّ لِغُرْبَتِهٖ
عَلَى الْمُقِيْمِيْنَ فِي الْأَوْطَانِ وَالسَّكَنِ

''اجنبی مسافر کا حق ہے اُن لوگوں پر، جو اپنے گھر اور اوطان میں اقامت پذیر ہیں۔''

سَفَرِيْ غَرِيْبٌ وَزَادِيْ لَنْ يُّبَلِّغَنِيْ
وَقُوَّتِيْ ضَعُفَتْ وَالْمَوْتُ يَطْلُبُنِيْ

''میرا سفر اَن دیکھے راستوں کا ہے، میرا زادِ سفر منزل تک پہنچنے کے لئے ناکافی ہے، میری قوت کمزور ہوچکی ہے اور موت میری تلاش میں ہے۔''

وَلِيْ بَقَايَا ذُنُوْبٍ لَسْتُ اَعْلَمُهَا
اَللّٰهُ يَعْلَمُهَا فِي السِّرِّ وَالْعَلَنِ

''اور میرے پاس گناہوں کا انبار ہے جو خود میرے علم میں بھی نہیں، مگر اللہ تعالیٰ اُن کے پوشیدہ و ظاہر کو خوب جانتے ہیں۔''

مَا اَحْلَمَ اللّٰهُ عَنِّيْ حَيْثُ اَمْهَلَنِيْ
وَقَدْ تَمَادَيْتُ فِيْ ذَنْبِيْ وَيَسْتُرُنِيْ

''اللہ تعالیٰ کا حلم دیکھو کہ ان گناہوں کے باوجود مجھے مہلت دے رہا ہے، اور میں گناہ کئے جارہا ہوں اور وہ میری پردہ پوشی فرمارہا ہے۔''

تَمُرُّ سَاعَاتُ اَيَّامِیْ بِلَا نَدَمٍ
وَلَا بُكَاءٍ وَّلَا خَوْفٍ وَّلَا حَزَنٍ

''میری زندگی کے لمحات ندامت وگریہ اور خوف و حزن کے بغیر گزر رہے ہیں۔''

اَنَا الَّذِیْ یَغْلِقُ الْاَبْوَابَ مُجْتَهِدًا
عَلَى الْمَعَاصِیْ وَعَیْنُ اللّٰهِ تَنْظُرُنِیْ

''میں وہی ہوں کہ گناہ کرتے ہوئے مکان کے دروازے اچھی طرح بند کرلیتا ہوں، حالانکہ اللہ کی آنکھ مجھے تب بھی دیکھ رہی ہوتی ہے۔''

یَا زَلَّةً كُتِبَتْ فِیْ غَفْلَةٍ ذَهَبَتْ
یَا حَسْرَةً بَقِیَتْ فِی الْقَلْبِ تُحْرِقُنِیْ

''آہ! کتنی لغزشیں غفلت میں سرزد ہوکر داستانِ ماضی بن گئیں، اور کتنی حسرتیں دل میں اٹک کر میرے لئے آتشِ سوزاں بن گئیں۔''

دَعْنِیْ اَنُوْحُ عَلٰى نَفْسِیْ وَاَنْدُبُهَا
وَاَقْطَعُ الدَّهْرَ بِالتَّفْكِیْرِ وَالْحَزَنِ

''مجھے چھوڑ دو! کہ میں اپنے نفس پر نوحہ کروں، اور زندگی فکر وغم میں بسر کروں۔''

كَاَنَّنِیْ بَیْنَ تِلْكَ الْاَهْلِ مُنْطَرِحٌ
عَلَى الْفِرَاشِ وَاَیْدِیْهِمْ تُقَلِّبُنِیْ

"وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ میں بسترِ مرگ پر اہل و عیال کے درمیان بے جان پڑا ہوں اور اُن کے ہاتھ مجھے کروٹیں دلاتے ہیں۔"

كَـأَنَّـنِـيْ وَحَـوْلِـيْ مَنْ يَّنُـوْحُ وَمَـنْ
يَبْـكِـيْ عَـلَـيَّ وَيَـنْـعَـانِـيْ وَيَـنْـدُبُـنِـيْ

"ہاں! وہ منظر بھی گویا میرے سامنے ہے کہ میرے گرد نوحہ گروں کی بھیڑ ہے، میری موت کا اعلان ہو رہا ہے اور مجھے مردہ حالت میں پکارا جا رہا ہے۔"

وَقَـدْ اَتَـوْا بِـالـطَّبِيْـبِ كَـيْ يُعَـالِجَنِـيْ
وَلَـمْ اَرَ الـطَّبِيْـبَ الْيَـوْمَ يَـنْـفَـعُـنِـيْ

"میرے علاج معالجہ کے لئے طبیب کو بلایا گیا، لیکن آج طبیب کی چارہ گری میرے کس کام آئے گی؟"

سَيَـخْـرُجُ الـرُّوْحُ مِـنِّـيْ فِـيْ تَـغَـرْغُـرِهَـا
وَصَـارَ رِيْـقِـيْ مُـرًّا حِيْـنَ غَـرْغَـرَنِـيْ

"نزع کے وقت میری روح نکل جائے گی، اور غرغرہ کے وقت لعابِ دہن تلخ ہو جائے گا۔"

وَاشْتَـدَّ نَـزْعِـيْ وَصَـارَ الْـمَـوْتُ يَجْذِبُهَا
مِـنْ كُـلِّ عِـرْقٍ بِـــلَا رِفْـقٍ وَلَا هَـوَنٍ

"بوقتِ نزع مجھ پر شدت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، اور موت بغیر کسی رو رعایت کے رگ و ریشہ سے رُوح کو

کھینچنے لگی۔"

وَسُلَّ رُوحِی وَظَلَّ الْجِسْمُ مُنْطَرِحًا
بَیْنَ الْاَھَالِی وَاَیْدِیْھِمْ تُقَلِّبُنِی

"لیجئے! رُوح نکال لی گئی اور میرا جسم اہل وعیال کے درمیان بے حس وحرکت پڑا ہے، اور اُن کے ہاتھ مجھے اُلٹ پلٹ رہے ہیں۔"

وَغَمَّضُونِی وَشَدُّوا الْحَلْقَ وَانْصَرَفُوْا
بَعْدَ الْاِیَاسِ وَجَدُّوْا فِیْ شِرَی الْکَفَنِ

"گھر کے لوگوں نے میری آنکھیں بند کردیں، جبڑوں پر کپڑا باندھ دیا اور مایوسی کے بعد جاکر فوراً کفن خریدنے لگے۔"

وَصَارَ مَنْ کَانَ اَحَبَّ النَّاسِ فِیْ عَجَلٍ
نَحْوَ الْمُغَسَّلِ یَأْتِیْنِی لِیَغْسِلَنِی

"جو شخص مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا وہ بڑی جلدی سے جائے غسل کی طرف لپکا اور مجھے غسل دینے کی تیاری کرنے لگا۔"

وَاَضْجَعُوْنِی عَلَی الْاَلْوَاحِ مُنْطَرِحًا
وَقَامَ فِی الْحَالِ مِنْھُمْ مَنْ یُّغَسِّلُنِی

"مجھے تختۂ میّت پر لٹاکر کچھ لوگ مجھے فوراً غسل دینے لگے۔"

وَاَسْکَبَ الْمَاءَ مِنْ فَوْقِیْ وَغَسَّلَنِیْ
غَسْلًا ثَلَاثًا وَنَادٰی الْقَوْمَ بِالْکَفَنِ

''میرے اوپر پانی ڈالا، تین بار غسل دیا اور لوگوں کو آواز دی: کفن لاؤ!''

وَاَلْبَسُوْنِیْ ثِیَابًا لَا کِمَامَ لَھَا
وَصَارَ زَادِیْ حَنُوْطِیْ حِیْنَ حَنَّطَنِیْ

''اور مجھے بغیر آستینوں کے چند کپڑے پہنادیئے اور کافور لگادیا، لیجئے! یہ بھی کافور میرا توشۂ سفر ٹھہرا۔''

وَاَخْرَجُوْنِیْ مِنَ الدُّنْیَا فَوَا اَسَفًا
عَلٰی رَحِیْلٍ بِلَا زَادٍ یُّبَلِّغُنِیْ

''اور اب انہوں نے مجھے دنیا سے نکال دیا، ہائے افسوس! سفر پر جارہا ہوں مگر نہ توشہ ہے، نہ زادِ راہ۔''

وَحَمَّلُوْنِیْ عَلَی الْاَکْتَافِ اَرْبَعَۃٌ
مِنَ الرِّجَالِ وَخَلْفِیْ مَنْ یُّشَیِّعُنِیْ

''اور چار آدمیوں نے مجھے کندھوں پر اُٹھالیا، باقی لوگ رخصت کرنے کے لئے پیچھے ہوئے۔''

وَقَدَّمُوْنِیْ اِلَی الْمِحْرَابِ وَانْصَرَفُوْا
خَلْفَ الْاِمَامِ وَصَلّٰی ثُمَّ وَدَّعَنِیْ

''مجھے جنازہ گاہ میں لائے لوگ امام کے پیچھے صف آراء ہوئے اور اُس نے جنازہ پڑھ کر مجھے رخصت کردیا۔''

صَــلُّــوْ عَــلَــيَّ صَلَاةً لَا رُكُــوْعَ لَــهَــا
وَلَا سُــجُــوْدَ لَــعَــلَّ اللّٰهَ يَــرْحَــمُــنِــيْ

"مجھ پر ایسی نماز پڑھی جس میں نہ رکوع ہے، نہ سجود، شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحمت فرمائے۔"

وَاَنْــزَلُــوْنِــيْ اِلٰــى قَبْــرِيْ عَــلٰــى مَهَــلٍ
وَقَــدَّمُــوْا وَاحِــدًا مِّــنْهُــمْ لِيُــلْــحِــدَنِــيْ

"اور آہستہ سے مجھے قبر میں اُتار دیا، اور ایک شخص نے مجھے لحد میں اُتار دیا۔"

وَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِــيْ لِيَنْظُــرَنِــيْ
وَاَسْبَــلَ الــدَّمْــعَ مِــنْ عَيْــنٍ وَقَبَّــلَــنِــيْ

"اُس نے آخری دیدار کے لئے میرا منہ کھولا، آنکھوں سے آنسو بہائے اور مجھے چوما۔"

فِــيْ ظِــلَامَــاتِ قَبْــرِيْ لَا اُمِّــيْ وَلَا اَحَدٌ
وَلَا اَبِــيْ وَلَا اَخٌ مَــنْ يُــؤْنِسُــنِــيْ

"اور میری تاریک قبر میں نہ میری ماں ہے، نہ باپ، نہ بھائی، نہ کوئی اور جو میرا دل بہلایا کرے۔"

وَهَــالَــنِــيْ اِذْ رَأَتْ عَيْــنَــايَ اِذْ نَــظَــرَتْ
مِــنْ هَــوْلِ مُــطَّــلَــعٍ اِذْ كَــانَ اَغْــفَــلَــنِــيْ

"یہ تنہائی، یہ تاریکی اور یہ وحشت ہی کیا کم آفت تھی کہ اچانک میری آنکھوں نے ایک ہولناک منظر دیکھا!"

مِـنْ مُـنْـكَـرٍ وَّنَـكِيْـرٍ مَـا اَقُـوْلُ لَهُـمْ؟
قَـدْ هَـالَنِـيْ اَمْـرُهُـمْ جِـدًّا فَـاَفْـزَعَنِـيْ

''یعنی منکر نکیر بھیانک شکل میں نمودار ہوئے، ہائے اللہ! میں اُن کو کیا کہوں؟ ان کی ہولناکی نے تو میرے ہوش وحواس گم کردیئے۔''

وَاَقْـعَـدُوْنِـیْ وَجَـدُّوْا فِـیْ سُوَالِهِـمْ
مَـا لِـیَ سِـوَاکَ اِلٰهِـیْ مَـنْ يُّـخَلِّصُنِـیْ

''اُنہوں نے مجھے بٹھلا لیا اور سختی سے جواب طلبی کرنے لگے، بارِ الٰہ! تیرے سوا کوئی میرا نہیں جو مجھے اس مخمصہ سے نجات دلائے۔''

فَـامْـنُـنْ عَـلَـیَّ بِـعَـفْـوٍ مِّنْکَ يَـا اَمَلِـیْ
اُمْـنُـنْ عَـلٰی تَـارِکِ الْاَوْلَادِ وَالْـوَطَـنِ

''اے میری اُمید! عفو و درگزر کے ساتھ مجھ پر احسان فرما، اس غریب مسافر پر احسان فرما جو اہل وعیال اور وطن سب کچھ پیچھے چھوڑ آیا۔''

تَـقَـاسَـمُـوْا اَهْـلِـیَ الْـمِيْـرَاثَ وَانْصَـرَفُـوْا
وَصَـارَ وِزْرِیْ عَـلٰی ظَهْـرِیْ يُثَـقِّـلُـنِـیْ

''گھر کے لوگ واپس جاکر میری میراث بانٹنے لگے، اور گناہوں کے بوجھ کی گراں باری میری پشت پر آپڑی۔''

اِسۡتَبۡدَلَتۡ زَوۡجَتِیۡ بَعۡلًا لَھَا بَدَلِیۡ

وَحَکَّمَتۡہُ فِی الۡاَمۡوَالِ وَالسَّکَنِ

''میری بیوی نے نیا شوہر کرلیا، اور گھر بار کا حکمراں اُسے بنادیا۔''

وَصَیَّرَتۡ اِبۡنَھَا عَبۡدًا لِیَخۡدِمَہٗ

وَصَارَ مَالِیۡ لَھُمۡ حِلًّا بِلَا ثَمَنِ

''اس نے اپنے بیٹے کو اپنے شوہر کا غلام اور خادم بنادیا اور میرے مال پر ''مالِ مفت دلِ بے رحم'' کے انداز میں تصرف کیا۔''

فَلَا تَغُرَّنَّکَ الدُّنۡیَا وَزُخۡرُفُھَا

اُنۡظُرۡ لِاَفۡعَالِھَا بِالۡاَھۡلِ وَالۡوَطَنِ

''دنیا والو! دنیا کی زیب و زینت سے دھوکا نہ کھاؤ، اس نے بیوی بچوں اور وطن کے ساتھ جو کچھ کیا، اُس پر نظر رکھو۔''

وَانۡظُرۡ اِلٰی مَنۡ حَوَی الدُّنۡیَا بَاَجۡمَعِھَا

ھَلۡ رَاحَ مِنۡھَا بِغَیۡرِ الۡحَنۡطِ وَالۡکَفَنِ

''دیکھو! جن لوگوں نے دنیا بھر کی دولت سمیٹ رکھی تھی، وہ یہاں سے کافور اور کفن کے علاوہ بھی کچھ لے کر گئے؟''

خُذِ الْقَنَاعَةَ مِنْ دُنْيَاکَ وَارْضَ لَهَا
لَوْ لَمْ يَكُنْ لَکَ فِيْهَا اِلَّا رَاحَةُ الْبَدَنِ

''اپنی دنیا سے زہد و قناعت لو، اسی پر راضی رہو، خواہ راحتِ بدن کے سوا تمہیں کچھ میسر نہ آئے۔''

يَا نَفْسُ كُفِّيْ عَنِ الْعِصْيَانِ وَاكْتَسِبِیْ
فَضْلًا جَمِيْلًا لَعَلَّ اللهَ يَرْحَمُنِیْ

''اے میرے نفس! نافرمانی سے باز آ! اور اللہ کا فضلِ جمیل حاصل کر اللہ تجھ پر ضرور رحم فرمائے گا۔''

يَا نَفْسُ وَيْحَکِ تُوْبِیْ وَاعْمَلِیْ حَسَنًا
عَسٰى تُجَازَيْنَ بَعْدَ الْمَوْتِ بِالْحَسَنِ

''اے میرے نفس! تیرا برا ہو، تو اپنے گناہوں سے توبہ کر اور کوئی نیک کام کر، اُمید ہے تجھے نیک کام کرنے کی جزا ضرور دی جائے گی۔''

ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى الْمُخْتَارِ سَيِّدِنَا
مَا ضَاْ ضَاْ الْبَرْقُ فِیْ شَامٍ وَفِیْ يَمَنٍ

''پھر ہمارے آقا سرورِ کائنات پر درود بھیج! جب تک بجلیاں شام و یمن میں چمکتی رہیں۔''

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مُمْسِيْنَا وَمُصْبِحِنَا
بِالْخَيْرِ وَالْعَفْوِ وَالْاِحْسَانِ وَالْمِنَنِ

''اور صبح و شام اللہ کا شکر ادا کر! جو ہمیں خیر کی

توفیق دیتا، معاف کرتا اور احسان کرتا ہے۔"

درسِ عبرت

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے   مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے   جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے   مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے   زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

زمیں کے ہوئے لوگ پیوند کیا کیا   ملوک و حضور و خداوند کیا کیا
دکھائے گا تو زور تا چند کیا کیا   اجل نے پچھاڑے تنومند کیا کیا
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا   اِسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اِک لیکے کیا کیا نہ حسرت سدھارا   پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہاں ہر خوشی ہے مبدّل بہ صد غم　جہاں شادیاں تھیں وہیں اب ہیں ماتم
یہ سب ہر طرف انقلاباتِ عالَم　تری ذات ہی میں تغیر ہیں ہر دم

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا　جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آکے کیا کیا ستایا　اجل تیرا کردے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا　ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا　تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی　جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اَجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی　یہ طرزِ معیشت اب اپنا بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ دُنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو　ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اِتنی بھی مجذوب تجھ کو　سمجھ لینا اب چاہئے خوب تجھ کو

جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بڑھاپے سے پاکر پیامِ قضا بھی نہ چونکا نہ چیتا نہ سنبھلا ذرا بھی
کوئی تیری غفلت کی ہے انتہا بھی جنوں تابہ کے ہوش میں اپنے آ بھی
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

نہ دلدادۂ شعر گوئی رہے گا نہ گرویدۂ شہرہ جوئی رہے گا
نہ کوئی رہا ہے، نہ کوئی رہے گا رہے گا تو ذکرِ نکوئی رہے گا
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جب اس بزم سے اُٹھ گئے دوست اکثر اور اُٹھتے چلے جا رہے ہیں برابر
یہ ہر وقت پیشِ نظر جب ہے منظر یہاں پر ترا دل بہلتا ہے کیونکر
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہاں میں کہیں شورِ ماتم بپا ہے کہیں فقر و فاقہ سے آہ و بکا ہے
کہیں شکوۂ جور و مکر و دغا ہے غرض ہر طرف سے یہی بس صدا ہے
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

کل ہوس اِس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
خوب ملکِ رُوس ہے اور کیا زمیں طوس ہے
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے زندگی
اِس طرف آوازِ طبل ادھر صدائے کوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو تو قیدِ آز کا محبوس ہے
لے گئی یک بارگی گورِ غریباں کی طرف
جس جگہ جانِ تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے، یہ دارا ہے، یہ کیکاؤس ہے

مکمل مراقبۂ موت

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ — بہرِ سر افگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ — چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
تو نے منصب بھی کوئی پایا تو کیا — گنجِ سیم و زر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصرِ عالی شاں بھی بنوایا تو کیا — دبدبہ بھی اپنا دِکھلایا تو کیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

قیصر اور سکندر و جم چل بسے　　زال اور سہراب و رستم چل بسے
کیسے کیسے شیر و ضیغم چل بسے　　سب دکھا کر اپنا دَم خم چل بسے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

زور یہ تیرا نہ بل کام آئے گا　　اور نہ یہ طولِ امل کام آئے گا
کچھ نہ ہنگامِ اجل کام آئے گا　　ہاں! مگر اچھا عمل کام آئے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کیسے کیسے گھر اُجاڑے موت نے　　کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پیل تن کیا کیا پچھاڑے موت نے　　سروقد قبروں میں گاڑے موت نے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کوچ ہاں اے بے خبر! ہونے کو ہے　　تا کجے غفلت؟ سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے　　ختم ہر فردِ بشر ہونے کو ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

نفس اور شیطان ہیں خنجر در بغل وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل
آ نہ جائے دین و ایماں میں خلل باز آ، ہاں باز آ اے بدعمل
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفعۃً سر پر جو آپہنچی اَجل پھر کہاں تو اور کہاں دارالعمل
جائے گا یہ بے بہا موقع نکل پھر نہ ہاتھ آئے گی عمر بے بدل
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تجھ کو غافل فکرِ عقبیٰ کچھ نہیں کھا نہ دھوکا عیشِ دُنیا کچھ نہیں
زندگیِ چند روزہ کچھ نہیں کچھ نہیں اِس کا بھروسہ کچھ نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دِکھانا ایک دن اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سب کے سب ہیں رہروِ کوئے فنا جارہا ہے ہر کوئی سوئے فنا
بہ رہی ہے ہر طرف جوئے فنا آتی ہے ہر چیز سے بوئے فنا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

چند روزہ ہے یہ دُنیا کی بہار دل لگا اِس سے نہ غافل زینہار
عمر اپنی یوں نہ غفلت میں گزار ہوشیار اے محوِ غفلت ہوشیار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہ لطف و عیشِ دُنیا چند روز ہے یہ دورِ جام و مینا چند روز
دارِ فانی میں ہے رہنا چند روز اب تو کرلے کارِ عقبیٰ چند روز

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عشرتِ دنیائے فانی ہیچ ہے پیشِ عیشِ جاودانی ہیچ ہے
مٹنے والی شادمانی ہیچ ہے چند روزہ زندگانی ہیچ ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم چپکے چپکے رفتہ رفتہ دَم بدم
سانس ہے اِک رہروِ ملکِ عدم دفعتہً اِک روز یہ جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور — جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی اِک دن گزرنی ہے ضرور — قبر میں میّت اُترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی — جان ٹھہری جانے والی جائے گی
رُوح رَگ رَگ سے نکالی جائے گی — تجھ پہ اِک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو سِنِ عمرِ رواں ہے تیز رَو — چھوڑ سب فکریں لگا مولیٰ سے لَو
گندم از گندم بروید جَو زجَو — از مکافاتِ عمل غافل مشو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بزمِ عالم میں فنا کا دور ہے — جائے عبرت ہے مقامِ غور ہے
تو ہے غافل یہ ترا کیا طور ہے — بس کوئی دن زندگانی اَور ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سخت سخت امراض گو تو سہہ گیا — چارہ گر گو سخت جاں بھی کہہ گیا
کیا ہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا — اِک جہاں سیلِ فنا میں بہہ گیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

لاکھ ہو قبضہ میں تیرے سیم و زَر لاکھ ہو بالیں پہ تیری چارہ گر
لاکھ تو قلعوں کے اندر چھپ مگر موت سے ہرگز نہیں کوئی مَفَر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سرکشی زیرِ فلک زیبا نہیں دیکھ جانا ہے تجھے زیرِ زمیں
جب تجھے مرنا ہے اِک دن بالیقیں چھوڑ فکرِ ایں و آں کر فکرِ دیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بہرِ غفلت یہ تری ہستی نہیں دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دُنیا ہے یہ بستی نہیں جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش کر غافل نہ تو آرام کر مال حاصل کر نہ پیدا نام کر
یادِ حق دُنیا میں صبح و شام کر جس لئے آیا ہے تو وہ کام کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مال و دولت کا بڑھانا ہے عبث زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دل کا دُنیا سے لگانا ہے عبث رہ گزر کو گھر بنانا ہے عبث

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش و عشرت کے لئے انساں نہیں یاد رکھ تو بندہ ہے مہماں نہیں
غفلت و مستی تجھے شایاں نہیں بندگی کر تو اگر ناداں نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کجروؤں کی یہ چٹک اور یہ مٹک دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک
ساتھ ان کا چھوڑ ہاتھ اپنا جھٹک بھول کر بھی پاس نہ ان کے پھٹک

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حسنِ ظاہر پر اگر تو جائے گا عالمِ فانی سے دھوکا کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا رہ نہ غافل یاد رکھ پچھتائے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دارِ فانی کی سجاوٹ پر نہ جا نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا انہ قد فاز فوزا من نجا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

خانۂ رنگیں ہے یہ دارِ جہاں — طفلِ ناداں بن کے دیکھ اس پر نہ ہال
واہ تو نے دل لگایا ہے کہاں — تجھ کو رہنا ہی ہے کتنے دن یہاں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو ہے اس عبرت کدہ میں بھی مگن — گو یہ ہے دار المحن بیت الحزن
عقل سے خارج ہے یہ تیرا چلن — چھوڑ غفلت عاقبت اندیش بن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تری غفلت ہے بے عقلی بڑی — مسکراتی ہے قضا سر پر کھڑی
موت کو پیشِ نظر رکھ ہر گھڑی — پیش آنے کو ہے یہ منزل کڑی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

گرتا ہے دُنیا پہ تو پروانہ وار — گو تجھے جلنا پڑے انجامِ کار
پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار — کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حیف دُنیا کا تو ہے پروانہ تو　　اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا نہ تو
کس قدر ہے عقل سے بیگانہ تو　　اُس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ تو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفن خود صدہا کئے زیرِ زمیں　　پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقیں
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں　　کچھ تو عبرت چاہئے نفسِ لعیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یوں نہ اپنے آپ کو بے کار رکھ　　آخرت کے واسطے تیار رکھ
غیرِ حق سے قلب کو بیزار رکھ　　موت کا ہر وقت استحضار رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو　　زندگی کا جان حاصل موت کو
رکھتے ہیں محبوب عاقل موت کو　　یاد رکھ ہر وقت غافل موت کو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ترک اَب ساری فضولیات کر　　یوں نہ ضائع اپنی تو اوقات کر
رہ نہ غافل یادِ حق دن رات کر　　ذکر و فکرِ ہاذم اللذّات کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تری مجذوب حالت اور یہ سن ہوش میں آاب نہیں غفلت کے دن
اب تو بس مرنے کے دن ہر وقت گن کس کمر، درپیش ہے منزل کٹھن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تری پیرانہ مستی تا بکے یہ تری شہوت پرستی تا بکے
یہ ترا گھر اور گھرستی تا بکے تا بکے یہ تیری ہستی تا بکے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کر نہ پیری میں تو غفلت اختیار زندگی کا اب نہیں کچھ اعتبار
حلق پر ہے موت کے خنجر کی دَھار کر بس اب اپنے کو مُردوں میں شمار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بچپن میں ایک شعر سنا تھا، فراغت کے وقت جب گھنٹے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو وہ شعر یاد آجاتا ہے: ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردُوں نے گھڑی عمر کی اِک اور گھٹادی!

اگر غور سے خیال کیا جائے تو واقعی گھنٹے کا آخر ''گھٹادی، گھٹادی، گھٹادی'' بارہ گھنٹے پر تو بارہ دفعہ اعلان کرے، موت کو اور عمر کے ختم ہونے کو یاد دلائے، مگر ہم لوگ اس قدر غفلت میں پڑے رہتے ہیں کہ نہ قرآن پاک کی آیات، نہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک ارشادات، نہ دُنیا کے عبرت آموز واقعات، بالخصوص اعزہ و احباب کی موت، اپنی موت کو یاد آنے نہیں دیتیں۔ اللہ تعالیٰ اس ناکارہ کو بھی موت کو کثرت سے یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میرے دوستوں کو بھی۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

فقط والسلام (حضرت شیخ الحدیث مولانا) محمد زکریا (صاحب)

۱۹ر محرم الحرام ۱۳۹۵ھ شبِ جمعہ، مدینۃ المنورۃ

(بقلم حبیب اللہ)